10

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

17 مارچ 2004ء — 25 محرم الحرام 1425ھ

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی

اس شمارے میں

کیا اہل پاکستان کے لئے ابھی وقت نہیں آیا؟

ایٹمی اثاثے اور مسئلہ کشمیر

جہاد اور دانشوری

قراردادِ مقاصد کا نفاذ

شیعہ سنی اتحاد کی اہمیت

طوفان کے سایے

ہمارے بچوں کی اُردو

کاروانِ خلافت: منزل بہ منزل

پہلی اور آخری کتاب

تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ قرآن نے کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی۔ یہ پہلی اور آخری مذہبی کتاب ہے جس نے یہ کہا کہ اللہ کی ہستی کا ثبوت تمہارے اندر بھی ہے اور باہر بھی ہے: ﴿سَنُرِیۡھِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ﴾ (حم السجدۃ:53) ''عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی' یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہی بات حق ہے!'' اور جب قرآن حق ہے تو کوئی اس کا نازل کرنے والا بھی ہے اور وہ بھی حق ہے۔ عوام الناس کے لئے یہ دلیل دی: ﴿اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ (ابراھیم:10) ''کیا اللہ کی ہستی میں شک ہوسکتا ہے؟ وہی تو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے!''

قرآن دنیا میں پہلی مذہبی کتاب ہے جس نے صاحبانِ عقل و فہم و ذکر و فکر کو کائنات میں تعقل' تفکر' تدبر اور تفقہ کی دعوت دی۔ قرآن کی عظمت کا اندازہ صرف مذاہبِ عالم کی مذہبی کتابوں کے تقابلی مطالعے سے ہوسکتا ہے۔ پاکستان میں سب کچھ ہے لیکن کسی یونیورسٹی میں مذاہبِ عالم کے تقابلی مطالعے کا کوئی خاص شعبہ نہیں ہے۔

قرآن کے سوا کسی مذہبی کتاب نے باطن (ذہن) اور خارج (عالمِ رنگ و بو) میں اتنا بڑا انقلاب پیدا نہیں کیا۔ قرآن پہلی کتاب ہے جس نے برہان کو کسی دعوے کی صحت کا معیار بنایا۔ اسلام سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب برہان کے نام سے ناآشنا تھے۔ ہندومت' جین مت' بدھ مت' زرتشتیت' مینکی ازم' متھرا ازم' باطنیت' یہودیت اور عیسائیت' ان میں سے کسی مذہب نے دلیل و برہان کی دعوت نہیں دی۔

قرآن دنیا میں پہلی اور آخری کتاب ہے جس نے عقل کی تسلی کا سامان مہیا فرمایا۔ (ا) دعویٰ کیا تو دلیل بھی دی' تاکہ عقل مطمئن ہو سکے اور آپ قبول کر سکیں (ب) حکم دیا تو اس کی لِم بتائی' تاکہ عقل مطمئن ہو سکے اور آپ عمل کر سکیں۔ مثلاً قرآن نے کہا خدا دو نہیں ہو سکتے تو اس پر برہان بھی پیش کی: ''لَفَسَدَتَا!'' قرآن نے حکم دیا روزہ رکھو تو لِم بھی بتا دی: لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔

تحریر: پروفیسر یوسف سلیم چشتی

ماخذ: حکمت قرآن' مارچ 2004ء

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (آیت 286)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ؕ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَعَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَاعۡفُ عَنَّا ٝ وَاغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰىنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ﴾

’’اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا‘ برے کرے گا تو اُسے اُن کا نقصان پہنچے گا۔ اے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیو۔ اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پروردگار جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو۔ اور (اے پروردگار!) ہمارے گناہوں سے درگزر کر‘ اور ہمیں بخش دے‘ اور ہم پر رحم فرما‘ تو ہی ہمارا مالک ہے‘ اور ہم کو کافروں پر غالب فرما۔‘‘

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس سورت کے آخری الفاظ جامع ترین اور عظیم ترین دعا پر مشتمل ہیں۔ اہل ایمان‘ ایمان اور عمل صالح کے راستہ پر چل کر مقدور بھر اپنی صلاحیتیں اللہ کی راہ میں لگا لیں تو اس پر کوئی غرور نہ ہو۔ کوئی شخص اپنی محنت اور نیکی کے کاموں پر دھوکہ نہ کھا جائے بلکہ پھر بھی کیفیت تواضع اور انکساری کی رہنی چاہئے اور لب پر یہ دعا ہو کہ اے ہمارے رب! ہم سے مواخذہ نہ کیجیو‘ اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے۔ الانسان مرکب من الخطأ و النسیان. انسان کے اندر یہ دونوں چیزیں گوندھی ہوئی ہیں۔ خطا یہ ہے کہ اپنی امکانی حد تک تو نشانہ ٹھیک لگایا تھا‘ مگر خطا ہو گیا۔ ایک اجتہاد کرنے والا خلوص نیت سے اجتہاد کر رہا ہے‘ اس نے امکانی حد تک کوشش کی‘ مگر صحیح رائے تک پہنچنے میں خطا ہو گئی تو اللہ معاف کرے گا‘ بلکہ مخطی مجتہد کو ثواب بھی ملے گا۔ لیکن جو مجتہد صحیح رائے تک پہنچ گیا‘ وہ دوہرا ثواب پائے گا۔ پھر بھول ہو گئی تو دعا ہے کہ اے پروردگار! جو بھی ہم سے خطا یا نسیان ہو جائے‘ اس پر مواخذہ نہ کیجیو اور اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالیو‘ جس کو لے کر ہم چل نہ سکیں۔ حمل سے لفظ حمال (مزدور) بنا ہے۔ حمال وہ ہے جو بوری یا بوجھ کو اٹھا کر چل رہا ہے۔ یعنی ’’حمل‘‘ وہ بوجھ ہے جس کا اٹھانا اور سہارنا انسان کے بس میں ہو۔ اس کے برخلاف ’’اِصر‘‘ وہ بھاری بوجھ ہے ‘جس کا اٹھانا انسان کے بس میں نہ ہو۔ یہ لفظ سورۃ الاعراف میں آئے گا۔ یَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ. رسول اللہ ﷺ کی شان یہ بھی تھی کہ انہوں نے لوگوں کے بوجھ جو ان کی طاقت سے بڑھ کر تھے‘ کھول کر اتار دیئے۔ تو دعا کرنے والا کہتا ہے: اے اللہ! تو نے بڑے بڑے بھاری بوجھ ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے۔ شریعت بھی پہلے بھاری تھی۔ ہم نے دیکھ لیا کہ بہت سے معاملات میں ہمارے لئے آسانی کر دی گئی۔ روزہ ہمارے لئے کتنا آسان کر دیا گیا۔ پہلے رات بھی روزے میں شامل تھی‘ اسے نکال دیا گیا۔ بلکہ سحری کھانے کو ضروری قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سحری کھایا کرو‘ بے شک سحری میں برکت ہے۔ پھر رات میں تعلق زن وشو کی اجازت ہے جو پہلے نہ تھی۔ پہلے روزے میں چپ رہنا بھی تھا‘ مگر اب گفتگو منع نہیں۔ یہود کے ہاں یوم سبت میں اتنی سختی تھی کہ سارا دن کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔ ہمارے ہاں جمعہ کے روز صرف اذان سے لے کر نماز جمعہ ادا ہونے تک ہر کاروبار دنیوی حرام ہے‘ لیکن اس سے پہلے اور اس کے بعد کاروبار اور کام کر سکتے ہیں‘ کوئی ممانعت نہیں۔ گویا آسانی ہے۔ یہ وہ عظیم دعا ہے جو سورۃ البقرہ کے اختتام پر آ رہی ہے۔ ’’اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالیو جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ اے پروردگار! تو ہم سے درگزر فرماتا رہ اور معاف کرتا رہ‘‘۔ وَاغۡفِرۡ لَنَا ’’اور ہمیں بخشتا رہ‘‘۔ مغفر عربی میں خود کو کہتے ہیں جو جنگ میں سر پر پہننے کی ٹوپی ہوتی ہے تا کہ تلوار‘ تیر یا گولی سر پر لگے تو یہ مغفر سر کو چوٹ لگنے سے بچا لے۔ تو دعا کے الفاظ ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہماری خطاؤں کی پردہ پوشی فرما۔ وارحمنا اور ہم پر رحم فرما۔ انت مولٰنا تو ہمارا آقا ہے‘ ولی ہے‘ ہمارا پشت پناہ اور مددگار ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ﴾ اللہ پشت پناہ ہے‘ ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔ وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ. ’’پس ہماری مدد فرما کافروں کے مقابلے میں‘‘۔ انہی الفاظ پر وہ دعا ختم ہوئی تھی جو طالوت کے ساتھیوں نے جالوت کے لشکر سے مقابلہ کے وقت کی تھی۔ اصل میں یہ جنگ بدر کی تمہید ہے کہ مسلمان کفار کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس سخت مرحلہ کے لئے یہ دعا سکھائی جا رہی ہے۔

چوہدری رحمت اللہ بتر

فرمانِ نبویؐ

عورتوں کا فتنہ

عَنۡ اُسَامَۃَ بۡنِ زَیۡدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ :((مَا تَرَکۡتُ بَعۡدِیۡ فِتۡنَۃً اَضَرُّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ))
(بخاری و مسلم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں نے اپنے بعد مردوں کیلئے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔‘‘

چونکہ مردوں کی فطرت میں عورتوں کی کشش رکھی گئی ہے چنانچہ وہ عورتوں کی خاطر حرام میں مبتلا ہوتے ہیں‘ دشمنیاں مول لیتے ہیں اور قتل و غارت تک پر اتر آتے ہیں یا عورتیں مردوں کو کم از کم دنیا کی محبت میں مبتلا کر دیتی ہیں اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے ’’حُبُّ الدُّنۡیَا رَاۡسُ کُلِّ خَطِیۡئَۃٍ‘‘ یعنی دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے‘ لہٰذا وہ بہت بڑا فتنہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصر میں بنو فاطمیہ کا دورِ حکومت۔ 297ء تا 567ء (909 تا 1171ء) خطِ کوفی مشکول بسیط

تا خلافت کی بناءٔ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

شمارہ		جلد
10	11 مارچ تا 17 مارچ 2004ء / 19 محرم الحرام تا 25 محرم الحرام 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیرِ مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیرِ انتظامی: سید قاسم محمود

مجلسِ ادارت
ڈاکٹر عبد الخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعدؔ طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ ایشیا افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ کینیڈا آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆☆☆

"ادارہ" کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

حافظ عاکف سعید

کیا اہلِ پاکستان کے لئے ابھی وقت نہیں آیا؟

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ پاکستان اس وقت مشکل ترین حالات سے دوچار ہے۔

امریکہ ایک بدمست ہاتھی کی طرح پہلے افغانستان اور پھر عراق کو روندنے کے بعد اب پاکستان کی سرزمین پر فوجیں اتارنے اور ہمیں اپنے قیمتی ایٹمی اثاثوں سے محروم کرنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔

امریکہ کے شدید دباؤ کے باعث ہم جنوبی وزیرستان میں فوجی کارروائی کرنے اور اپنے بے گناہ قبائلی بھائیوں کا قتلِ عام کرنے پر مجبور ہوئے ہیں حالانکہ ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اپنے قبائلی عوام کو ناراض کرنا پاکستان کی سالمیت سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔

اپنے ایٹمی اثاثوں کو بچانے کی کوشش میں ہم نے 11 ستمبر 2001ء کے بعد پہلے اپنی افغان پالیسی اور طالبان حکومت کو امریکہ کے چرنوں پر قربان کیا، پھر جہادِ کشمیر پر اپنے موقف سے دستبرداری قبول کی اور کشمیر پالیسی کو قربانی کی بھینٹ چڑھایا اور حال ہی میں ہم اپنے قابلِ احترام ایٹمی سائنس دانوں کو قربانی کا بکرا بنانے اور پوری دنیا کے سامنے ذلت ورسوائی کا عذاب بھگت چکے ہیں ـــ لیکن سب جانتے ہیں کہ خطرہ ابھی تک ٹلا نہیں ہے بلکہ آج ملک کے تمام اصحابِ علم ودانش حالات کے اس تجزیئے پر متفق نظر آتے ہیں کہ امریکہ پاکستان کے شمال مغربی سرحدی علاقوں میں اپنی فوجیں اتارنے اور عراق کی طرح کی کارروائی کرنے پر تلا ہوا ہے اور وہ ہر قیمت پر پاکستان کے ایٹمی اثاثوں پر اپنا کنٹرول چاہتا ہے ـــ افغانستان اور عراق میں کشت وخون کا بازار گرم کرنے کے بعد اب اس کا اگلا ہدف پاکستان ہی ہے۔ گویا اب ہمیں امریکہ کو خوش رکھنے اور اس کی شرانگیزی سے بچنے کے لئے اپنی خودمختاری اور اپنے ایٹمی پروگرام کی خود اپنے ہاتھوں (بقول صدر مشرف کسی دباؤ کے بغیر) قربانی دینا ہوگی، ورنہ یہ قدم خود امریکہ کو اٹھانا پڑے گا۔ اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ اگر ہم خدانخواستہ اپنے ایٹمی اثاثوں سے محروم کر دیئے گئے تو پھر شدید اندیشہ ہے کہ ہم ہندوستان کے تنگ نظر متعصب ہندو کے رحم وکرم پر ہوں گے جو مسلمانوں کے خلاف شدید انتقامی جذبات اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے ـــ مسلمانوں کے ازلی دشمن یہود اور ہنود آج امریکہ کے تعاون سے پاکستان کا وجود مٹانے کے درپے ہیں ـــ ہمارے اجتماعی جرائم کی سزا شاید ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ ہمارا اصل جرم اللہ کے ساتھ وعدہ خلافی اور اللہ کے دین کے ساتھ بے وفائی ہے، جو گزشتہ نصف صدی سے جاری ہے۔ بقول اقبال ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے لیکن
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف!

"تو کیا اہلِ ایمان کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حق کلام نازل فرمایا ہے اس کے سامنے جھک جائیں"۔ (الحدید: 16)

قومی زندگی کے اس نازک ترین موڑ پر امریکی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے رب کائنات کی مدد کا حصول ہی ہمارے بچاؤ کا واحد راستہ ہے!

آیئے! اپنے رب کو راضی کرنے اور اس کے سایۂ رحمت میں آنے کی خاطر اپنے سابقہ گناہوں پر اپنے رب سے استغفار کرتے ہوئے عہد کریں کہ آئندہ ہم:

1) ہر اس چیز کو چھوڑ دیں گے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ آئندہ ہم:

i) سود اور جوئے کی ہر شکل سے مکمل اجتناب کریں گے اور حلال روزی پر اکتفا کریں گے۔

ii) مغربی طرزِ معاشرت کو چھوڑ کر رسولِ آخر الزماں ﷺ کے اسوہ اور سنت کو اپنی زندگی میں رائج کریں گے۔

2) خود بھی اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں گے اور ملکِ خداداد پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے بھی سردھڑ کی بازی لگائیں گے۔ اس لئے کہ رب کی رحمت ونصرت حاصل کرنے کا یہی یقینی طریقہ ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح وقلم تیرے ہیں!

کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس توبہ کو قبول کرتے ہوئے قومِ یونسؑ کی طرح اُس عذاب کو ہم سے ٹال دے جو آج ہمارے سر پر مسلط ہے!

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہے مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

افہام و تفہیم

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

گزشتہ دو اتوار بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے ''موجودہ عالمی حالات اور کیا پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے اور کیا نجات کا کوئی راستہ کھلا ہے؟'' عنوانات کے تحت قرآن آڈیٹوریم لاہور میں حاضرین سے خطاب کیا تھا' اتوار 7 مارچ کو ان کے ضمن میں بعض سوالات کے جواب دیئے جو قارئین کی دلچسپی کے لئے شائع کئے جا رہے ہیں۔

ایک رفیقہ تنظیم' ماڈل ٹاؤن: اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں عریانی' فحاشی اور بے حیائی کی انتہا ہو چکی ہے اس پر محض دل میں کڑھتے رہنے' یعنی ''صبر محض'' کی بجائے کیا اس کے خلاف جنگ بہتر نہیں' کیونکہ اللہ نے مدینہ کی طرح' ہمیں یہ ملک 1947ء میں عطا کر دیا تھا۔

جواب: میدان میں آ کر بدی کو طاقت سے روکنے کے لئے ایک مضبوط اور منظم جماعت ہونی چاہئے جو ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ مدینہ میں مسلمانوں کو جو **base** عطا ہوا تھا اس کے پیچھے مکہ میں بارہ سال کی غلبۂ دین کی مسلسل جدوجہد تھی جبکہ پاکستان ایک قومی تحریک کے نتیجہ میں وجود میں آیا تھا' اس کے بعد اسی نبویؐ نہج پر یہاں دین کے غلبہ کے لئے جدوجہد ہونی چاہئے تھی جو نہیں ہوئی اور جو ہوئی بھی ہے' اسے مناسب پذیرائی نہیں ملی۔

منظور حسین صاحب' علامہ اقبال ٹاؤن۔ اگر موجودہ حکومت اسلامی نظام کے قیام کے لئے تیار نہیں تو اس کے خلاف جہاد اور صبر کی صورت میں کیا ہو گی۔

جواب: جہاد اور صبر ساتھ ساتھ ہو گا۔ آپ اپنی ذات' گھر' معاش اور معاشرت اسلام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گے تو آپ کے اپنے گھر میں اس کی مخالفت ہو گی اور طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ غلبۂ دین کے لئے جدوجہد کرنے والی جماعت باطل نظام کے لئے خطرہ کا باعث بنتی نظر آئی تو حکومت اس کے خلاف اقدام کرے گی اسی طرح بدی کے خلاف میدان میں آ کر تحریک چلائیں گے تو آپ پر تشدد کیا جائے گا۔ ان تمام مراحل پر ڈٹے رہنا اور ہر طرح کی تکالیف اور مشکلات کو برداشت کرنا ہی صبر ہے۔

زبیر خان صاحب' راوی روڈ: ملک میں موجود کوئی مذہبی' سیاسی یا سماجی طبقہ اسلام نافذ کر سکتا ہے' اگر نہیں تو اسے کیسے تیار کیا جائے؟

جواب: موجودہ حکمران طبقہ چاہے تو موجودہ آئین کے اندر رہتے ہوئے اسلامی نظام کے قیام کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔ صدر مشرف صاحب کہتے ہیں کہ ہمیں جان بھی دینی پڑی تو اپنی ایٹمی صلاحیت کی حفاظت کریں گے۔ مگر کیسے؟ پہلے امریکہ کا مقابلہ نہیں کر سکے تو اب کیسے کریں گے۔ یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہمیں اللہ کی مدد حاصل ہو' جبکہ اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے اللہ کا حکم ماننا ضروری ہے جس کے لئے اسلامی نظام کا قیام لازم ہے۔ دوسری صورت میں ایک ایسی منظم اور مضبوط انقلابی جماعت درکار ہو گی جو میدان میں آ کر اس باطل نظام کو چیلنج کر سکے اس میں ہر طبقہ کے وہ لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو پہلے اپنے اوپر اسلام نافذ کرنے کو تیار ہوں۔

شاہد اقبال صاحب: تعلیم یافتہ نوجوان اس میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: تعلیم یافتہ نوجوان انقلاب برپا کرنے میں صف اوّل کا کردار ادا کر سکتے ہیں کیونکہ یہی وہ طبقہ ہوتا ہے جو وقتی دنیاوی مفادات سے بالاتر ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن صاحب' نیو کیمپس روڈ: اس وقت جبکہ مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے جا رہے ہیں' جہاد بالسیف کی عملی شکل کیا ہے؟

جواب: جہاد بالسیف' قتال یا جنگ سے پہلے ضروری ہے کہ ہمیں جو مہلت میسر ہے اس میں ایک پُر امن مزاحمتی تحریک شروع کر کے پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام عمل میں لائیں تا کہ ہمیں اللہ کی مدد حاصل ہو اور ہم حکومتی سطح پر دوسرے مسلمانوں کی مدد کر سکیں۔ مگر یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس مقصد کے لئے معتد بہ تعداد میں لوگ آگے آئیں اور ایک قیادت میں منظم ہو کر انتخابی سیاست سے الگ رہتے ہوئے خالص غلبۂ دین کے لئے انقلابی جدوجہد کریں کیونکہ کوئی بھی نظام ہو اسے صرف انقلاب کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے۔ انتخابات کسی نظام کو چلانے کے لئے ہوتے ہیں بدلنے کے لئے نہیں۔

(مرتب: سردار اعوان صاحب)

آیئے! وقت کو قیمتی بنایئے — خود سیکھئے اور سکھایئے

گلی گلی کوچا کوچا دعوت دین پہنچایئے

خیر الناس من ینفع الناس بنکر — اعلائے کلمۃ اللہ میں جُت جایئے

سہ روزہ ہفت روزہ پروگراموں میں وقت دے کر اپنے فکر کے استحکام، حرکی تربیت حاصل کریں، داعی الی اللہ بنیں اور دیگر تنظیمی و انتظامی اُمور میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے قبول فرمائے۔ آمین۔

☆ آئندہ پروگرام 21 تا 23 مارچ 2004ء حلقہ لاہور ڈویژن مسجد الخلیل نزد ڈھولن وال میں ہو گا۔

لاہور کے باہر سے آنیوالے حضرات مرکز گڑھی شاہو میں 20 مارچ کی رات کو تشریف لائیں۔

☆ دوسرا پروگرام 26 تا 28 مارچ 2004ء حلقہ پنجاب شمالی مدرسہ تعلیم الاسلام

ڈھوک میجر پنج گراں براستہ کلر سیداں روڈ روات

رفقاء و احباب دفتر حلقہ/ مرکز سے رابطہ کریں۔ آپ کے جواب کے منتظر

منجانب: شعبہ دعوت و تفریغ اوقات، تنظیم اسلامی

ایٹمی اثاثے اور مسئلہ کشمیر

صدر پرویز مشرف کا ایک ولولہ انگیز اعلان

لیکن اس کی لازمی اور ناگزیر شرط!

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے 27 فروری 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

صدر پرویز مشرف نے علماء ومشائخ کی کانفرنس میں جو بیان دیا ہے کہ ہم اپنے ایٹمی اثاثوں‘ ایٹمی صلاحیت اور کشمیر پر اپنے حق کا تحفظ اپنی جان دے کر بھی کریں گے‘ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اعلان ولولہ انگیز ہے۔ میرے نزدیک سب سے پہلے تو یہ اعلان یقیناً مبارک باد کے قابل ہے‘ اگر یہ واقعی عزمِ مصمم ہے اور صرف وقتی طور پر کوئی نعرہ یا عوام میں اپنی گرتی ہوئی حیثیت کو سہارا دینے کی کوشش نہیں ہے۔ ہمارا معاملہ یہ ہونا چاہئے کہ اگر ان کی کوئی اچھی بات سامنے آئے تو اس کی تعریف کی جانی چاہئے۔ یہ صرف سیاسی کھلاڑیوں کا طرزِ عمل ہوتا ہے کہ اگر وہ اپوزیشن میں ہیں تو حکومت کی ہر بات کی مخالفت کریں۔

اس اعلان کے بارے میں میرا دوسرا تاثر جس کو حسرت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے‘ یہ ہے کہ کاش صدر پرویز مشرف میں یہ کیفیت ڈھائی سال پہلے پیدا ہو جاتی جب امریکہ کی ایک ہی دھمکی پر یوٹرن لے لیا گیا تھا۔ 16 ستمبر 2001ء کی سہ پہر کو صدر جنرل پرویز مشرف کی علماء ومشائخ سے ملاقات کے دوران اکثر حضرات نے اُن سے کہا تھا کہ جب تک اسامہ اور طالبان پر کوئی جرم ثابت نہیں ہو جاتا اس وقت تک انہیں سزا دینا عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ اگرچہ اکثر حضرات کا نقطۂ نظر یہی تھا‘ تاہم اس کا اظہار دبے الفاظ میں کیا گیا تھا۔ اور بعض حضرات نے بڑا چاپلوسانہ انداز اختیار کیا‘ جس پر مجھے غصہ بھی آیا۔ میری باری آخر میں آئی۔ میں نے جذباتی انداز میں کہا کہ ”صدر صاحب! اگر آپ نے طالبان کی حکومت کے خلاف امریکہ کا آلہ کار بننا منظور کیا تو اولاً یہ عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں کے خلاف بغاوت ہوگی۔ دوسرے یہ ہماری غیرت وحمیت کے بھی خلاف ہے‘ کیونکہ طالبان کی تحریک کی خود ہم نے سرپرستی کی تھی اور پھر ان کی حکومت کو باقاعدہ تسلیم کیا تھا۔ تیسرے یہ اسلام سے بھی بغاوت ہے کیونکہ ایک اسلامی ملک کے خلاف کسی غیر مسلم ملک کا ساتھ دینا اسلام کے نزدیک کسی طرح بھی جائز نہیں۔ البتہ میں نے ان کی تائید میں ایک بات کہی کہ ایٹمی صلاحیت کے بچاؤ اور مسئلہ کشمیر کے حل کی امید وغیرہ جیسی مصلحتیں جو آپ پیش کر رہے ہیں‘ اگرچہ فی الوقت واقعی اور حقیقی ہیں لیکن یہ بالکل عارضی ہیں اور جلد یا بدیر ہماری باری بھی آ کر رہے گی‘ اس لئے کہ اس پورے معاملے کے پیچھے امریکہ نہیں‘ یہودی ہیں اور یہودیوں کو سب سے زیادہ خطرہ پاکستان اور خصوصاً اس کی ایٹمی صلاحیت سے ہے۔

اگر پاکستان اُس وقت افغانستان کا ساتھ دیتا تو یہ صورت حال نہ ہوتی جو آج ہے کیونکہ بہرحال پاکستان ایک ایٹمی اور میزائل رکھنے والی طاقت ہے‘ پھر چین اس بات کو کبھی برداشت نہ کرتا کہ پاکستان پر افغانستان کی طرح بمباری کر کے اسے تباہ وبرباد کر دیا جائے‘ کیونکہ اس سے خطے میں طاقت کا توازن بگڑ جاتا۔ مزید یہ کہ اگر پاکستان اپنے مؤقف پر ڈٹ جاتا تو یقیناً کچھ نہ کچھ مسلمان ممالک بھی اسے سہارا دیتے۔ لیکن میں اس موضوع پر زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اب یہ ”کاش“ کی بات ہے کہ اگر ایسا ہو جاتا تو یوں نہ ہوتا۔ اس بارے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ کلمہ ”کاش“ سے شیطانی عمل شروع ہو جاتا ہے‘ کیونکہ جو اللہ نے چاہا ہے‘ وہ ہوا ہے اور جو اللہ نے نہیں چاہا‘ وہ نہیں ہوا۔

صدر کے اس بیان کے بارے میں میرا تیسرا تاثر یہ ہے کہ اب وقتِ دعا ہے۔ ہم سب کو دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے صدر‘ ہماری فوج کی اعلیٰ قیادت اور ہمارے عوام کو اس عزم مصمم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ دعا اس لئے ہے کہ ہمارا دین تو خیر خواہی کا نام ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا: ”دین تو تمام تر خیر خواہی کا نام ہے“۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ کس کے لئے خیر خواہی؟ فرمایا: ”اللہ کے ساتھ‘ اس کی کتاب کے ساتھ وفاداری اور مسلمانوں کے حاکموں کے ساتھ اور مسلم عوام کے ساتھ خیر خواہی“۔ لہٰذا دعا کی ضرورت ہے کہ اللہ انہیں اپنے قول پر کاربند رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

اگر یہ واقعتاً حکومت کا فیصلہ ہے تو یہ پھر ایک دوسرا یوٹرن ہے اور بہت مبارک یوٹرن ہے۔ البتہ یہاں ایک سوال ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا زمینی حقائق کا صغریٰ کبریٰ بدل گیا ہے؟ کیا امریکہ sole supreme power on earth نہیں رہا؟ کیا امریکہ کے خلاف بہت سی حکومتیں کھڑی ہوگئی ہیں؟ کیا کوئی ایک ہی ایسا ”پاور ہیں“ وجود میں آ گیا ہے جو امریکہ کا مقابلہ کر سکے؟ ہمارے لبرل اور سیکولر دانشوروں‘ سیاستدانوں اور کالم نویسوں نے بھی زمینی اور معروضی حقائق کے تحت اُس وقت صدر کے فیصلے کی بہت تعریف کی تھی‘ لہٰذا یہ سوال اپنی جگہ پر موجود ہے کہ کیا وہ زمینی حقائق اب بدل گئے ہیں؟ کیا بحالات موجودہ ہم امریکہ کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں آ گئے ہیں؟ حالانکہ اس وقت صورتِ حال تو یہ ہے کہ دنیا کی تمام حکومتوں کا سہارا اور پناہ گاہ امریکہ ہے۔ لیبیا اور ایران کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اسی طرح شمالی کوریا نے بھی اپنے تحفظات اور مالی معاونت پر ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس صورت حال میں ہمارے لئے قطعی ممکن نہیں ہے کہ ہم امریکہ کا مقابلہ کر سکیں‘ خاص طور پر جبکہ اس کے ساتھ اسرائیل اور بھارت بھی موجود ہیں۔ بھارت جو ہمارا ازلی دشمن ہے‘ اس کے لئے ہمیں تباہ کرنے کی خاطر اس سے زیادہ اور کون سا موقع عزیز ہو سکتا ہے کہ اس کے خلاف ڈیٹرنٹ ختم ہو جائے۔ مختصر یہ کہ زمینی حقائق میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جو حالات 2001ء میں

تھے وہی آج بھی ہیں' بلکہ پہلے سے زیادہ شدید ہیں۔ایسے میں جانیں تو دی جا سکتی ہیں' یہ ہمارا اختیار ہے کہ کھڑے ہو جائیں اور جانوں کی قربانی دے دیں لیکن موجودہ زمینی اور معروضی حقائق کے پیش نظر کامیابی کی صورت نظر نہیں آتی!

ایک بات اور محسوس ہو رہی ہے۔اب یوں لگتا ہے کہ شاید امریکہ صدر جنرل پرویز مشرف کو بھی صدر ضیاء الحق کی طرح جلد یا بدیر ختم کروا دے۔اس کا پہلا سبب یہ ہے' جو کہ قابل تعریف بات ہے' کہ امریکہ کے شدید دباؤ کے باوجود صدر مشرف نے اب تک اس بات کی اجازت نہیں دی ہے کہ امریکی افواج پاکستان کی سرحدوں کے اندر کوئی کارروائی کریں۔چنانچہ ان کے حوالے سے امریکہ کا رخ تبدیل ہو رہا ہے۔اس کی ایک علامت ابھی اس صورت میں سامنے آئی ہے کہ امریکہ نے بڑے شدومد کے ساتھ کہا ہے کہ پاکستان میں اپوزیشن کی آواز کو دبایا جا رہا ہے یعنی سیاسی آزادی پامال ہو رہی ہے۔اور یہ سب کچھ بے نظیر کے دورہ امریکہ کے بعد ہوا ہے۔بے نظیر امریکہ کی پالیسیوں کی مشرف سے بڑھ کر پاسدار ہے' اور بھارت سے دوستی کی خاطر پاکستان کے تشخص کو ختم کرنے کے لئے بھی تیار ہے۔لہٰذا پی پی پی نے فیصلہ کیا ہے کہ ''مشرف ہٹاؤ' بے نظیر لاؤ'' مہم محرم کے بعد شروع کی جائے گی۔

جہاں تک ان مصلحتوں کا تعلق ہے جن کے بچاؤ یا حفاظت کے لئے ہم نے امریکہ کا ساتھ دیا تھا' وہ اب ہمارے ہاتھوں سے نکل چکی ہیں۔مثلاً صدر صاحب کشمیر کے مسئلے کے ضمن میں اس موقف سے دست بردار ہو چکے ہیں کہ بھارت اور پاکستان کے مابین اصل مسئلہ (Core Issue) کشمیر کا ہے' پہلے اسی کے بارے میں بات ہو گی' اس کے بعد تعلقات کو معمول پر لانے کے اقدام کیے جائیں گے۔چنانچہ جب وہ آگرہ سے آئے تھے تو ان کے نزدیک کشمیر کے مسئلے کے حل سے زیادہ کوئی بات اہم نہیں تھی۔اب حال یہ ہے کہ وہاں دو بھارتی مرتے ہیں تو دس کشمیری شہید ہوتے ہیں۔بھارت نے وہاں ایک اور زبردست مہم شروع کر دی ہے کہ پاکستان سے بالا بالا کشمیری قیادت کے ساتھ بات کر کے کوئی معاملہ یا سمجھوتہ طے ہو جائے۔چنانچہ حریت کانفرنس میں پھوٹ بھی ڈلوا دی گئی اور اسی کے ایک دھڑے کے وفد کو بھی خوش آمدید کہا گیا ہے۔اس کے علاوہ ایک سکیم اور شروع کی گئی ہے کہ جو مجاہد ہتھیار ڈال دے گا' اس کی فوراً دو ہزار روپے ماہانہ تنخواہ شروع کر دی جائے گی اور اسے کاروبار شروع کرنے کے لئے بہت ہی آسان شرائط پر قرضہ بھی دیا جائے گا۔ایک طرف جہادی کہتے ہیں کہ پاکستان نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا' منجدھار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے جبکہ دوسری طرف اتنی پرکشش پیشکش آ رہی ہے۔ان حالات میں کشمیر کا مسئلہ ہمارے ہاتھوں سے تقریباً نکل چکا ہے۔

اسی طرح بھارت جو پاکستان سے محبت کے راگ الاپ رہا ہے' وہ پاکستان کے لئے زہر ہلاہل ہے۔۔۔۔اس لئے کہ ہم نے قیام پاکستان کے بعد یہاں اپنی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط نہیں کیا۔جب تک ہماری نظریاتی اساس مستحکم نہیں ہوتی' بھارت کی دوستی کا مطلب پاکستان کے وجود کا خاتمہ ہے۔

تیسرے ہم نے یہ سب کچھ اپنی ایٹمی صلاحیت کو بچانے کے لئے کیا تھا لیکن اب پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کے خلاف مقدمے کی فائل تیار کی جا چکی ہے' کیونکہ ہم نے خود ہی اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہے۔ایٹمی پھیلاؤ کے حوالے سے امریکہ اور یورپ کے الزام کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ہم اعتراف نہ بھی کرتے تو ان کے پاس بہانہ یہ ہے کہ کہیں پاکستان کی ایٹمی صلاحیت بنیاد پرستوں (Fundamentalists) کے ہاتھ نہ لگ جائے' کیونکہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار علماء کی ایک معتدبہ تعداد اسمبلیوں میں پہنچ چکی ہے۔لہٰذا اب کچھ دنوں کی بات ہے کہ امریکہ کی طرف سے مطالبہ آئے گا کہ ایٹمی تنصیبات کو ہمارے ہر اچانک معائنے کے لئے کھولے رکھو۔۔۔۔یا ہمارا کوئی مشترکہ کنٹرول قبول کرو۔۔۔۔یا پھر اسے رول بیک کر کے ختم کر دو'' تم یا تو ہمارے ساتھ ہو جاؤ اور ہمارا مطالبہ تسلیم کر لو ورنہ پھر ہماری دشمنی کے لئے تیار ہو جاؤ''

اب موجودہ حالات میں نجات کی واحد راہ اور شرطِ لازم کیا ہے! سب سے پہلے تو اس پوری کائنات کے اللہ کی نصرت اور تائید حاصل کرنے کیلئے کوشش کی جائے۔اللہ کے سوا ہمارا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ہے۔وہی ہماری اصل پناہ گاہ اور سہارا ہے۔لہٰذا اس کی مدد کو پکارنے کی ایک ہی شکل ہے کہ اس کے حضور سچی توبہ کی جائے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کے قانون کو نافذ کیا جائے۔اگرچہ اللہ کے قانون کو کلیتاً نافذ کرنا آسان کام نہیں ہے' اس کے لئے کچھ وقت لگے گا لیکن اس کی طرف اگر پہلا قدم بھی اٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو جائے گی۔اللہ نے توبہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے بندو! اگر تم بالشت بھر میری طرف آؤ گے تو میں ہاتھ بھر آؤں گا اور اگر تم چل کر آؤ گے تو میں دوڑ کر آؤں گا۔یہ اللہ تعالیٰ کی شان توابیت ہے۔

اس توبہ کا نقطہ آغاز یہ ہے' جس کے لئے ہم نے نواز شریف کے دور میں مہم بھی چلائی تھی کہ دستور پاکستان میں قراردادِ مقاصد کی صورت میں پورا اسلام موجود ہے' پھر دفعہ 227 (الف) کے مطابق پاکستان کا کوئی قانون کتاب وسنت کے منافی نہیں بن سکتا' لیکن چور دروازے ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے اس دفعہ کا عملاً اطلاق نہیں ہو رہا۔لہٰذا پہلے قدم کے طور پر ان چور دروازوں کو فوری بند کر دیا جائے جو دستور کی اسلامی دفعات کے مؤثر ہونے میں رکاوٹ ہیں۔دوسرے کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی نے اب تک جو متفق علیہ رپورٹیں اور سفارشات پیش کی ہیں ان پر بل بنا کر قانون سازی کی جائے۔تیسرے یہ کہ فیڈرل شریعت کورٹ کے ججوں میں توسیع کی جائے' اس کے ججوں کی شرائط ملازمت اور حیثیت کو کم از کم ہائی کورٹ کے ججز کے مساوی کیا جائے' اور اس کے دائرہ کار پر عائد جملہ پابندیاں دور کر دی جائیں۔صدر مملکت اور پارلیمنٹ کی سطح پر یہ تین کام ایسے ہیں جو توبہ کے ضمن میں پہلے قدم کی حیثیت رکھتے ہیں' کیونکہ قرآن کی رو سے جو اللہ کے اتارے ہوئے قوانین کے مطابق فیصلے نہیں کرتے' وہی ظالم فاسق اور کافر ہوں گے۔یہ تین فتوے ہیں اللہ کے' لہٰذا اس سے نکلنے کے لئے پہلا قدم اٹھ جانا چاہئے۔

نواز شریف کے دور میں تو ہم نے عوامی سطح پر مہم چلائی تھی' لیکن اس مرتبہ تنظیم اسلامی نے فیصلہ کیا ہے کہ اب ایک اور نوعیت کی مہم چلائی جائے۔عوام سے مطالبہ کروانے کے بجائے ہم صدر اور دوسرے ذمہ داران حکومت اور ارکان پارلیمنٹ سے ملنے کی کوشش کریں گے اور انہیں براہ راست کلمہ نصیحت سنائیں گے کہ ان حالات میں پاکستان کے استحکام کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں کہ اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کے لئے قدم اٹھایا جائے۔یہ تو حکومتی سطح پر کرنے کا کام ہے۔

عوام کی سطح پر توبہ کا حق یہ ہے کہ انفرادی طور پر حرام سے اجتناب کریں' اپنی معاشرت اور معیشت کو حرام سے پاک کریں' فرائض کا اہتمام کریں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ ہمارے صدر اور عوام کو ہمت دے کہ اس سلطنت خداداد میں اسلام کے نفاذ اور تیرے کلمے کی سربلندی کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔دعا کی قبولیت کے لئے حرام سے گریز اور کنارہ کشی لازم ہے۔

جب ہمارے عوام اور حکمران یہ کام کر لیں تو انہیں چاہئے کہ اللہ پر توکل اور بھروسا کر کے sanctions کے لئے تیار ہو جائیں۔امریکہ فوری طور پر حملہ نہیں کر سکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فوج انکاری ہے کہ وہ جگہ جگہ تو پہلے ہی پھنس چکے ہیں' لہٰذا مزید دو سال تک ہم کوئی نیا adventure کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔زیادہ سے زیادہ وہ پابندیاں لگا سکتا ہے' لہٰذا ہمیں سخت ترین Sanctions کے لئے تیار رہنا چاہئے۔پھر آخر میں اگر جان دینے کا وقت آئے تو اس کے لئے بھی آمادہ رہیں۔ اگر ہم یہ کام کریں گے تو پھر وہ کیفیت ہو گی جس کے لئے اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ''اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا''۔لیکن اگر اللہ ساتھ نہ ہو تو

(بقیہ: صفحہ نمبر 16 پر)

جہاد اور دانشوری

ایوب بیگ مرزا

گزشتہ دنوں ایک اردو روزنامہ کے مشہور کالم نویس نے جہاد کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا جو پانچ اقساط پر مشتمل تھا۔ ان صاحب کو ان کے پیشہ ور کولیگز ان پڑھ ہونے اور کالج کی شکل نہ دیکھنے کا طعنہ دیتے ہیں۔ میری رائے میں یہ پیشہ وارانہ رقابت ہے وگرنہ تعلیمی لحاظ سے سند یافتہ نہ ہونے کے باوجود کالم نویسی میں شہرت حاصل کر لینا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جس کو تسلیم کیا جانا چاہئے کم از کم میں ان صاحب کو بہت کریڈٹ دیتا ہوں۔ میری رائے میں یہ خداداد صلاحیت ان تھک محنت اور اپنے مشن سے بے پناہ لگاؤ کا نتیجہ ہے یہ اعلیٰ تعلیمی اداروں تک رسائی حاصل کئے بغیر ایک شخص اس میدان میں عروج اور شہرت حاصل کرتا ہے جس میں اکثر مقابل کے لوگ ڈگریوں کے ڈھیر لگائے قطار میں کھڑے ہیں۔

جہاد کے عنوان سے بھی لکھتے ہوئے ان کے مضمون کا مرکزی خیال بہت صحیح اور درست ہے کہ کسی مسلمان ملک میں جہاد (بامعنی قتال) کا اعلان کرنا کسی فرد گروہ یا تنظیم کا کام نہیں ہے یہ ریاست کا فرض ہے اگر ریاست کے ذمہ داران کے علاوہ پرائیویٹ سطح پر جہاد کے اعلان کی عام اجازت ہوگی تو دہشت گردی پھیلے گی اور قتل وغارت عام ہو جائے گا۔ اس مضمون میں اسلام کے بارے میں بھی انہوں نے یہ بھی بالکل سچ کہا ہے کہ اسلام درحقیقت ایک انقلاب تھا رسوم و روایات کے خلاف ایک ایسا دین جو پنڈتوں' پادریوں اور پروہتوں کی اجارہ داریاں ختم کرنے آیا تھا یقیناً کسی مذہبی پیشہ ور کا اسلام میں اپنا مقام بنالینا اسلام اور مسلمانوں دونوں سے ظلم تھا۔ درحقیقت یہ اسلام میں دراندازی تھی یہ بات بھی اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ زیادہ سے زیادہ اختیارات کا سمیٹنا ہمارے حکمرانوں کی بنیادی کمزوری تھی اور ہے۔ یہ بھی صد فیصد درست ہے کہ ہمارے مذہبی سیاست دانوں نے حکمرانوں کی اس کمزوری کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور اقتدار سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کے لئے کوشاں رہے۔ جہاد کے لئے بیروزگار نوجوانوں کو بھرتی کرنے کا الزام بھی درست ہے۔ البتہ یہ بات بالکل دوسری ہے کہ مختلف حکومتی ایجنسیاں ان جہادی تنظیموں کو اس کام کے لئے ترغیب دیتی تھیں' انہیں سرمایہ مہیا کرتی تھیں پھر ان جہادی جماعتوں کے مہیا کردہ کارکنوں کو تربیت دے کر اور مسلح کر کے دوسرے ممالک میں اپنی نگرانی میں داخل کرتی تھیں یعنی سر سے لے کر پاؤں تک اس غیر اعلانیہ جنگ کی ذمہ دار تھیں جبکہ مذکورہ کالم میں ان ایجنسیوں کا ذکر گول کر دیا گیا ہے۔

راقم کی رائے میں افغانستان اور کشمیر کے جہاد کا ذکر کرتے ہوئے ان ایجنسیوں کا ذکر نہ کرنا خیانت ہے۔ محترم کالم نویس نے ڈاکٹر فاروق کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ جہاد اور قتال ایک شے نہیں ہے بالکل درست ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاد جہد سے بنا ہے جس کا معنی ہے کوشش کرنا جب جہد کا جہد سے مقابلہ ہوگا تو یہ مجاہدہ یا جہاد ہوگا جبکہ قتال جہاد کا آخری مرحلہ ہے کہ انسان جدوجہد کرتا ہوا ایک ایسی منزل پر پہنچ گیا کہ اب وہ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے تلوار لے کر مقابل مجاہد کے خلاف میدانِ جنگ میں سربکف ہو کر پہنچ گیا یعنی قتال جہاد کی آخری منزل ہے۔ جس کی کبھی کبھار نوبت آتی ہے البتہ روزمرہ زندگی میں اپنے مشن کی تکمیل کے لئے راستے کی رکاوٹوں کے خلاف جدوجہد کرنا ہی اصلاً جہاد ہے۔ ایک مسلمان اسلامی شریعت کے خلاف ہر منکر شے کے خلاف کوشش کرے گا مثلاً بے حیائی' بدعنوانی' جھوٹ' مکروفریب' سٹہ اور جوا وغیرہ ان سب کے خلاف اس کی کوششوں کو جہاد کہا جائے گا۔ ظاہر ہے وہ اس کے لئے تلوار یا بم لے کر نہیں نکلے گا۔

محترم کالم نویس نے اگرچہ اپنے مضمون کی بنیاد بالکل درست رکھی اس مضمون کا مرکزی خیال بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جہاد کا اعلان صرف اور صرف ریاست کی ذمہ داری ہے لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ غلطی اور مرض کی اتنی صحیح نشان دہی کر کے انہوں نے جو یہ نتیجہ اخذ کیا ہے "آج کے دور میں جہاد کا اگر کوئی مفہوم ہے تو وہ صرف یہ کہ ہم اپنے مذہب کو سیاست اور ریاست دونوں سے الگ کرنے میں اپنا اپنا حصہ ڈالیں۔ جب تک پاکستان کو ہم سیکولر ملک نہیں بنائیں گے اس وقت تک ہم اپنے دین کو سیاسی آلودگیوں سے پاک نہیں کر سکیں گے"۔

اُن کا یہ اخذ کردہ نتیجہ جہاں انتہائی غلط اور غیر منطقی ہے' وہاں انتہائی گمراہ کن بھی ہے۔ اس مضمون میں یہ درج کر کے کہ جب تک یورپ میں مذہب اور ریاست ایک تھے' یورپ ترقی نہ کر سکا لہٰذا جہاں جہاں مذہب اور ریاست ایک ہوئے ترقی نہ ہو سکی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ دین کا علم رکھتے ہیں نہ سیاست کو سمجھتے ہیں اور تاریخ سے بالکل ہی نابلد ہیں۔ مذہب اور ریاست کے ایک ہونے کو جس مفہوم میں انہوں نے لکھا ہے میں اسی مفہوم میں رہتے ہوئے ان سے سوال کرتا ہوں کہ حضرت آپ کے خیال میں کیا خلافت راشدہ کے دور میں مذہب اور ریاست ایک نہ تھے اور ایسی صورت میں اسلامی ریاست مدینہ کی ایک بستی سے نکل کر بلکہ جزیرہ نمائے عرب سے باہر تک نہیں پھیل گئی تھی۔ بنوامیہ کا دور بھی آپ کی کی ہوئی تعریف کے مطابق مذہب اور ریاست کے ایک ہونے کا دور تھا اس دور میں بھی اسلام شمالی افریقہ یورپ اور برصغیر کی سرحدوں تک جا پہنچا تھا۔ یاد رہے کہ قرونِ اولیٰ کے دور میں بھی یہ تقسیم موجود تھی کہ بعض مسلمان تلوار کے دھنی تھے اور بعض علم وعرفان کے میدان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اور بنوامیہ کے دور میں تو علماء کا ایک الگ گروہ وجود میں آچکا تھا جن کا کئی مواقع پر خلفاء سے ٹکراؤ بھی ہوا۔ لہٰذا تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ترقی یافتہ اور غالب قوم بننے کے لئے مذہب اور ریاست کے الگ ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یورپ کلیسا کے بعض اختیارات پر قبضہ کے دور میں ترقی نہیں کر سکا یہ بالکل درست ہے لیکن اس کی وجہ بھی بالکل واضح ہے کہ پوپ کے پاس کوئی نظام تو دور کی بات ہے عام معاملات میں شریعت کے احکامات بھی نہیں تھے وہ خالی ہاتھوں جبراً بہت سے اختیارات کا قبضہ لئے ہوئے تھا' یورپ کی عوام بادشاہ اور کلیسا دونوں کی آمریت سے تنگ تھے انہوں نے دونوں کے خلاف باری باری جدوجہد کی اور کامیاب رہے اور یورپ میں جمہوریت کا دور شروع ہوا۔ پھر یہ کہ اقتدار اور اختیار اس وقت دو حصوں میں بٹا ہوا تھا' کلیسا اور بادشاہ میں ہر وقت زیادہ اختیار سمیٹنے کی جنگ جاری رہتی تھی لہٰذا چھینا جھپٹی کی اس باہمی کشمکش میں یورپ ترقی نہ کر سکا۔

پاکستان میں مذہبی سیاست دانوں کے نامناسب رول اور غلط کردار کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ ہمارے مسائل کا حل یہ ہے کہ ریاست سے مذہب کا کردار ختم کر دینا چاہئے اور

پاکستان جیسی نظریاتی ریاست جس کی وجہ جواز اور بنیاد میں دین ہے اسے سیکولر قرار دے دینے کا مطالبہ کر دینا انتہائی غیر حقیقی ہوگا۔ دیکھئے کسی حکیم کی دوا کو استعمال کئے بغیر یا اس کے اجزا میں اپنی مرضی اور ہٹ دھرمی سے بڑی تبدیلی کر کے شفا نہ ہونے کا دوش دوا پر دھرنا حماقت بھی ہے اور ظلم بھی۔ محترم کالم نویس قراردادِ مقاصد کو بھی مذہبی سیاست دانوں اور اسٹیبلشمنٹ کے مابین گٹھ جوڑ کا نتیجہ قرار دیتے ہیں جبکہ یہ پاکستان کے بالکل ابتدائی دور کی بات ہے اور پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے اسے اسمبلی میں پیش کیا تھا اور یہ اس عالم دین (مولانا شبیر احمد عثمانی) کی تحریک پر پیش کی گئی تھی جس نے مذہبی جماعتوں اور شخصیتوں کی تحریک پاکستان کی مخالفت کے باوجود اور اپنے کولیگز سے الگ ہو کر ایک لحاظ سے انفرادی سطح پر تحریک پاکستان کی زبردست حمایت کی تھی ان ہی کی تحریک اور ترغیب و تشویق پر قراردادِ مقاصد پیش ہوئی تھی اس وقت تک ایسا کوئی گٹھ جوڑ وجود میں نہیں آیا تھا۔ پاکستان کا قیام ابھی تک ایک تازہ واقعہ تھا عوام اور حکومت دونوں پر قائد اعظم کا یہ فرمان بالکل واضح تھا ''مجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ پاکستان کا آئین کیسا ہوگا؟ میں کہتا ہوں پاکستان کا آئین چودہ سو سال پہلے تشکیل پا چکا'' قرارداد مقاصد اس لئے پیش کی گئی تھی تاکہ اس نوزائیدہ نظریاتی ریاست کے رہنما اصول متعین کر دیئے جائیں۔

مذہبی سیاست دانوں اور اسٹیبلشمنٹ کے گٹھ جوڑ کا آغاز تو لیاقت کی شہادت کے بعد سے ہوا اس سے پہلے کسی ایسے گٹھ جوڑ کا کوئی سراغ نہیں ملتا' مذہبی اور جہادی جماعتوں کے بارے میں اگرچہ راقم کی رائے بھی یہی ہے کہ ان کے ہاتھوں ملک کچھ سنور نہیں سکا مذہبی سیاسی جماعتیں اپنے اصل کام کو فراموش کر کے اقتدار کے پیچھے بھاگتی رہیں اور ہوس اقتدار میں سول اور ملٹری بیوروکریسی کے ہاتھوں میں کھلونا بنی رہیں اور وہ ان کی سٹریٹ پاور کو استعمال کر کے اپنا الو سیدھا کرتے رہے اور جہادی تنظیمیں آئی ایس آئی کے اشارۂ ابرو پر ناچتی رہیں۔ آج جب ان حرکتوں کی وجہ سے فوجی حکومت مصیبت میں پھنسی تو انہیں ہی اپنی قائم کردہ تنظیموں کے خلاف کریک ڈاؤن کیا اور انہیں دہشت گرد بھی قرار دے دیا گیا میں محترم کالم نویس کی اس رائے سے اختلاف کرتا ہوں کہ مذہبی اور جہادی تنظیموں کے سب لوگ اقتدار اور پیسے کی ہوس میں یہ سب کچھ کرتے رہے۔ میری رائے میں ان میں بعض لوگ بہت مخلص تھے اور وہ سادہ لوحی سے ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے رہے جس سے ملک اور مذہب دونوں بدنام ہوئے اور پاکستان مشکل صورتِ حال میں پھنس گیا۔ محترم کالم نویس نے بڑی حقارت سے ایک مجاہد کا جملہ دہرایا ہے وہ یہ کہ ''مجھے ڈاکٹر عبدالقدیر اور ایٹم بم سے پیار ہے''۔

میری رائے میں یہ بات کرنے اور سمجھنے کے انداز میں فرق کا نتیجہ ہے میری رائے میں مذکورہ شخص نے کہا ہے کہ مجھے پاکستان کی سلامتی اور اس کی سلامتی کو یقینی بنانے والے سے پیار ہے۔ اس انداز میں لیا جائے تو اس میں مذہبی جنونیت والی کونسی بات ہے۔ درحقیقت سیکولر طبقات کے اذہان سے یہ بات نکالنے کی اشد ضرورت ہے کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی اور بنیاد پرستی ایک ہی چیز ہیں حالانکہ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسلام دہشت گردی کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔ اسلام کی رو سے تو غیر مسلم سویلین عورتیں اور بچے تو کجا جنگ سے لاتعلق جوان مَردوں کو نقصان پہنچانا بھی صریحاً غلط ہے۔ البتہ یہ انتہا پسند اور بنیاد پرست کی اصطلاح ہم نے محض مغرب سے مرعوب ہو کر قبول کر لی ہے ہمارے نزدیک یہ مغرب اچھے پکے اور مخلص مسلمانوں کے خلاف نفسیاتی جنگ لڑنے کے لئے بطور ہتھیار استعمال کر رہا ہے۔ اچھا مسلمان صرف وہ ہے جو اللہ اور رسول کے ہر ہر حکم کو سر آنکھوں پر سجائے چاہے معاشرہ اسے قبول کرے یا نہ کرے مثلاً فرض کریں کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست کی صورت اختیار کرتی ہے یہاں کی 95 فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے تو اس اسلامی ریاست کے اصل شہری مسلمان ہوں گے۔ اقلیتوں کے جان و مال اور عزت اور عبادت گاہوں کی حفاظت اسلامی حکومت کا فرض ہوگا' وہ اپنے طریقے سے عبادت اور رسومات کے ادا کرنے میں مکمل آزاد ہوں گے۔ مسلمان اگر زکوٰۃ ادا کریں گے تو غیر مسلم جزیہ ادا کریں گے۔ لیکن وہ قانون ساز اسمبلی کے رکن نہیں بن سکیں گے۔ کیونکہ تمام قانون سازی شریعت کے دائرے کے اندر ہوگی اور اجتہاد بھی کرنا پڑے گا اور غیر مسلم نہ شریعت جانتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ لہٰذا اُن کی شمولیت محض دکھاوا اور منافقت ہوگی۔ اب اگر کوئی سیکولر سوچ کا حامل شخص اسے بنیاد پرستی یا انتہا پسندی قرار دیتا ہے تو ہزار مرتبہ ایسا کرے کیونکہ ہر نظریاتی ریاست میں ایسا ہی ہوگا۔

ماضی قریب کی مثال لینی ہو تو سوویت یونین کی مثال حاضر ہے۔ میرے نزدیک اسلام کے ہر بنیادی اصول کو قائم کرنے کے لئے ڈٹ جانا حقیقی جہاد ہے چاہے آزاد معاشرہ اور سیکولر سوچ رکھنے والے طعن کرتے رہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مکہ میں ہر قسم کا ظلم و ستم سہا تلوار نہیں اٹھائی لیکن اپنے بنیادی اصولوں سے بھی رتی برابر جنبش نہیں کی اور چٹان کی طرح ڈٹے رہے آج بھی اس جہاد کی ضرورت ہے کہ ہم کمزور ہونے کی وجہ سے نہ تلوار اٹھائیں اور دہشت گردی کی کارروائیوں سے مکمل طور پر لاتعلق رہیں لیکن اسلام کے بنیادی اصولوں اور اپنے اصلی ہدف یعنی نظام اسلام کے قیام کے معاملے میں سمجھوتہ کرنے سے یکسر انکار کر دیں البتہ جنگ کے حوالے سے بھی خاموشی سے خود کو دشمن کا ہم پلہ بنانے کی جدوجہد جاری رکھیں پھر اس کے نتیجہ میں جو تکالیف آئیں اس پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں اور قبل از وقت خونریزی پر نہ اتریں یہ ہے آج کا حقیقی جہاد۔

محترم کالم نویس نے یہ عجیب مضحکہ خیز بات کی ہے کہ دین کو سیاسی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لئے پاکستان کو سیکولر ریاست بنانا ہوگا۔ راقم کی رائے میں یہ کہنا تو شاید مبالغہ آمیزی ہوگی کہ سیاست دین کا اہم ترین جزو ہے البتہ ایک عقیدت مند مسلمان ہی نہیں ایک غیر جانبدار غیر مسلم بھی اگر تحقیق کی نیت سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرے گا تو وہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ سیاست دین اسلام کا اہم جز ہے۔ اسی لئے اسلام کے انقلابی فکر کے مجدد اور مصور پاکستان علامہ اقبال کہہ اٹھے ع

ہو دیں سے سیاست جدا تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اصل ضرورت ہے سیاست کو صاف ستھرا اور ایک پاکیزہ عمل بنانے کی اور وہ سیاست کو دینِ فطرت کا حصہ بنائے بغیر ممکن نہیں لہٰذا جہاد یہ ہوگا کہ سیاست کو دنیوی غلاظتوں سے پاک کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست اُس کے انبیاء کرتے تھے۔ اقتدار کی خاطر سیاست کرنا اسلام کے نزدیک کوئی پسندیدہ فعل نہیں لیکن راہِ حق پر قائم رہتے ہوئے سیاست کاری کے نتیجہ میں اگر اقتدار آپ کے قدموں میں خود آ گرے تو اسے قبول کر لینا اور رد نہ کرنا اسوۂ رسول ہے۔ جہاد کے عنوان سے مضمون لکھتے ہوئے محترم کالم نویس رقم طراز ہیں:

''بہادری اور جوانمردی کے نعرے لگانے والے تو عراق اور افغانستان کے حالات کو بھی رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس پر خوش ہیں کہ دو چار دس امریکی ہلاک ہو رہے ہیں۔ انہیں اس کی فکر نہیں کہ دونوں ممالک کے اثاثے کس بری طرح تباہ ہوئے۔ معاشرے کیسے منتشر ہو گئے؟

پاکستان میں مذہبی سیاست دانوں کے نامناسب رول اور غلط کردار کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ ہمارے مسائل کا حل یہ ہے کہ ریاست سے مذہب کا کردار ختم کر دینا چاہئے اور پاکستان جیسی نظریاتی ریاست جس کی وجہ جواز اور بنیاد میں دین ہے اسے سیکولر قرار دے دینے کا مطالبہ کر دینا انتہائی غیر حقیقی ہوگا۔

خاندان کیسے بکھر گئے؟ بے گناہ شہریوں کو تشدد اور حراستوں کا کس بری طرح نشانہ بننا پڑ رہا ہے؟ اور کتنی بڑی تعداد میں معصوم شہری ہلاک ہو رہے ہیں؟ لیکن انتہا پسندوں اور مذہبی جنونیوں کے لئے انسانی زندگی اور تہذیب و تمدن کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی!''۔

سوال یہ ہے کہ امریکہ کی ان ممالک کے خلاف دہشت گردی سے کیسے بچا جاتا۔ افغان جنگ کے بعد کچھ خوش فہم لوگوں کا کہنا تھا کہ امریکہ چونکہ نائن الیون کے حادثہ کا ذمہ دار اسامہ بن لادن کو سمجھتا تھا' اگر افغان حکمران اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کر دیتے تو شاید افغانستان تباہی و بربادی سے بچ جاتا' لیکن عراق کی جنگ کے بعد تو یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اسامہ بن لادن اور جس جس کا امریکہ مطالبہ کرتا وہ سب اگر پلیٹ میں رکھ کر بھی امریکہ کو پیش کر دیئے جاتے تب بھی وہ لازماً کسی نہ کسی بات کو عذر بنا کر افغانستان میں فوجیں اتار دیتا۔ تحقیق سے یہ بات اب بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اسامہ کا نائن الیون سے کوئی تعلق نہیں تھا یہ یہودیوں نے بش کو موقع فراہم کیا کہ امریکی عوام کو جنگ کی تباہ کاریوں کے حوالے سے مطمئن رکھنے کے لئے ایک خونی ڈرامہ رچانے کی ضرورت ہے۔ افغانستان اور عراق میں امریکی افواج کی موجودگی قدرتی معدنیات جن میں اہم ترین تیل پر قبضہ ہے اور گریٹر اسرائیل کے قیام کے لئے از حد لازم نہیں بلکہ مکمل طور پر ناگزیر تھی لہٰذا ملا عمر اور صدام جو چاہے کرتے یہ تباہی ان دونوں ممالک کی برسوں پہلے طے شدہ تھی نائن الیون کے حادثے سے پلاننگ کو عملی شکل دینے کا آغاز کیا گیا۔ ملا عمر دین اور قوم سے مخلص تھا اس کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا امریکی فوجوں کو ہر قیمت پر وہاں لایا جانا تھا اگر ملا عمر اقتدار کی خاطر امریکہ کی غلامی قبول کر لیتے تو ان کا بھی حشر وہی ہوتا جو قوم کے غداروں کا ہوتا ہے اور آج امریکہ کے خلاف طالبان کی مزاحمت کو افغان عوام کا اخلاقی تعاون بھی حاصل نہ ہوتا اور امریکہ افغانستان کو بآسانی ہضم کر کے ایران اور پاکستان کا رخ کر چکا ہوتا بلکہ بات اس سے آگے بڑھ چکی ہوتی۔ صدام کی مثال ہمارے سامنے ہے اس نے امریکی ایجنٹ کی حیثیت سے کیا کچھ نہیں کیا لیکن انجام کیا ہوا۔ آج عراق میں مزاحمت کرنے والے صدام کے حامی نہیں ہیں بلکہ وہ عراقی عوام ہیں جو غلامی کا طوق نہیں پہننا چاہتے اور انہیں مدد حاصل ہے ان عربوں کی جو امریکہ کے خلاف لڑنے کے لئے دور دراز علاقوں میں جاتے تھے۔ لہٰذا اس سوچ کو معصومانہ سوچ کے علاوہ دوسرا نام کیا دیا جا سکتا ہے کہ دشمن کے تمام مطالبات کو آنکھیں بند کر کے مانتے چلے جاؤ تو تباہی سے بچا جا سکتا ہے۔

یہاں میں ایک وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس ملک پر غیر ملکی افواج قبضہ کر لے صرف اس ملک کے عوام کو غلامی سے نجات حاصل کرنے کا جو طریقہ بھی وہ اپنے لئے مفید جانیں اسے اختیار کرنے کا انہیں حق ہے جس میں گوریلا کارروائیاں بھی شامل ہیں۔ کیا کوئی شخص بھی اگر وہ بالکل بددیانتی پر نہ اتر آئے تو اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ عراق میں امریکی زمینی افواج کو جو غیر متوقع مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا ہے یہ اس کا نتیجہ ہے کہ شام اور ایران ابھی تک بچے ہوئے ہیں اور امریکی حکومت واضح بیان دینے پر مجبور ہوئی ہے کہ ہم اگلے انتخابات تک کسی دوسرے ملک پر فوجی کارروائی نہیں کریں گے۔ وطن عزیز کے حوالہ سے راقم کا نکتہ نظر یہ ہے کہ اس وقت ہمارے ملک کو جو خوفناک صورت حال درپیش ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں فوری طور پر یہ پالیسی اپنانی چاہئے کہ سپریم پاور کو بلاوجہ اور غیر ضروری بیرونِ ملک کارروائیوں سے مشتعل نہ کرنا ہو گا اور اپنے ملک کے حوالہ سے کسی مطالبے کو جس سے سلامتی کو معمولی سا بھی خطرہ لاحق ہو سکے تسلیم نہیں کرنا ہو گا۔ مثلاً جنوبی وزیرستان اور قبائلی علاقوں میں فوجی کارروائیاں ختم کر دینی چاہئیں۔ ایٹمی ٹیکنالوجی کے حوالہ سے ہماری پالیسی یہ ہونی چاہئے کہ اس ہلاکت خیز ٹیکنالوجی کے فوجی استعمال کو دنیا بھر سے ختم کر دینا چاہئے اور اس میں کوئی استثناء نہ ہو۔ اس معاملے میں ہم کسی قیمت پر دہرے معیار کو قبول نہیں کریں گے افغانستان اور عراق کے حوالہ سے ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ مقامی سطح پر قابض افواج کے خلاف اتنی زبردست مزاحمت ہو کہ امریکہ نہ صرف یہ طے کرے کہ آئندہ کسی ملک کے خلاف فوج کشی نہیں کرے گا بلکہ وہاں سے بھی نکلنے کے لئے کوئی راستہ تلاش کرے۔

محترم کالم نویس نے اگرچہ عوامی ردعمل کے خوف سے یہ کہنے کی جرأت نہیں کی کہ اُن کی دانست میں آج کے دور میں اسلام بحیثیت ریاستی نظام ناقابل عمل ہے بلکہ اپنے ان خیالات کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ اسلام بڑی بلند اور اعلیٰ شے ہے لہٰذا اسے کسی بلند مقام پر رکھ کر آج کی اجتماعی زندگی سے بالکل الگ تھلگ کر دینا چاہئے اور اسلام کو بھی باقی مذاہب کی طرح ایک مذہب کے طور پر لیتے ہوئے صرف فرد کی انفرادی زندگی تک محدود کر دینا چاہئے۔ اور اسلام کو ایک بلند و بالا مقام پر محض سجاوٹ کے طور پر رکھ دینے کے عمل کو وہ جہاد کا نام دے رہے ہیں۔

جہاد کے عنوان سے لکھتے ہوئے آخری گزارش یہ ہے کہ ایک طرف جہادی تنظیمیں یہ لائحہ عمل اختیار کریں کہ پہلے اپنے ملک میں غیر اسلامی آئین' غیر اسلامی رسومات اور غیر اسلامی نظام کے خلاف قرآن ہاتھ میں پکڑ کر جہاد کریں اور ایک ملک کو اسلامی نظام کا ماڈل بنا کر دکھائیں۔ دوسری طرف ہمارے کالم نویس حضرات کسی دینی موضوع پر لکھتے وقت اس پر کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کر لیا کریں۔ وگرنہ اگر جہادی تنظیمیں نیم ملا خطرہ ایمان کا باعث بنیں گی تو دانشور حضرات نیم حکیم خطرہ جان بن جائیں گے محترم کالم نویس کو بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ بھارت سیکولرازم کا سمندر ہے اگر اس کی بغل میں سیکولر ریاست کا جزیرہ بنایا گیا تو سمندر کی کوئی بڑی لہر کسی وقت اسے اپنا حصہ بنا لے گی۔

کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے

پیامِ اقبال بنام **نوجوانانِ ملّت**

مؤلف: سید قاسم محمود

سالِ اقبال 2002ء کے سلسلے میں ''مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے زیر اہتمام ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' نے نوجوانانِ اسلام کے نام ''اقبال کا پیام'' اپنی 'اشاعتِ خصوصی' میں رنگین طباعت کے ساتھ شائع کیا تھا' جسے غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی اور اب طلبہ کی فرمائش پر اس اہم دستاویزی شمارے کو کتابی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ ہر گھر' کالج' سکول اور طالب علم کے لئے انتہائی مفید ہے۔

✿ تازہ بہ تازہ' خوبصورت کتاب ✿ صفحات 212 ✿ قیمت: 90 روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور

طوفان کے سائے

نذیر ناجی

اگر کسی ملک کے پاس متفقہ آئین موجود ہو، حکومت کی آئینی اور قانونی حیثیت غیر متنازعہ ہو، اس کی نظریاتی بنیادیں مستحکم ہوں، اس کی جغرافیائی اکائیوں کے درمیان کوئی بنیادی تنازعہ موجود نہ ہو تو ایسے ملک میں فسادات کے چھوٹے موٹے واقعات حتیٰ کہ بڑے واقعات رونما ہوتے رہیں تو کسی بڑے خطرے کا پیش خیمہ نہیں بنتے، پڑوسی ملک بھارت کی مثال ہمارے سامنے ہے، وہاں علیحدگی کی تحریکیں بھی چلیں، بغاوتیں بھی ہوتی رہتی ہیں، مسلح سیاسی گروہ بھی برسرِ پیکار رہتے ہیں اور فرقہ وارانہ اور مذہبی فسادات بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن اوپر درج شدہ خصوصیات کی بنا پر نہ تو کبھی اس ملک کی سالمیت خطرے میں آئی اور نہ ہی وہاں بیرونی مداخلت اور سازشوں سے ملکی وجود کے لئے کوئی خطرہ پیدا ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ پاکستان کے بعض نام نہاد نظریہ ساز اپنے خوابوں میں بھارت کے ٹکڑے کر کے اپنی خوشی کا سامان پیدا کرتے رہتے ہیں، لیکن تلخ اور المناک واقعہ یہ ہے کہ بھارت وہیں کا وہیں کھڑا ہے البتہ پاکستان بدقسمتی کا شکار ہوا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ وجوہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔

آج اپنے گردوپیش پر ایک نگاہ ڈالیں تو جو منظر سامنے آتا ہے وہ کچھ یوں ہے:

☆ راولپنڈی، اسلام آباد جہاں دہشت گردی کی متعدد کارروائیوں کے بعد سیکورٹی کے انتظامات نہایت سخت کئے جا چکے ہیں، وہاں ایک امام بارگاہ پر خودکش حملے کی واردات ہوگئی۔

☆ قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن کی شدت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور پیش گوئی یہ ہے کہ اگلے چند ہفتوں کے دوران اس کا دائرہ وسیع ہو جائے گا، ایسی اطلاعات بھی ہیں کہ امریکہ بلکہ نیٹو کی افواج پاکستانی علاقے میں کارروائیاں کریں گی، عراق سے خصوصی تربیت یافتہ کمانڈو دستے روانہ ہو چکے ہیں جو اس آپریشن میں حصہ لیں گے، ایسی جنگوں کی نوعیت اور شدت آگے چل کر کیا رخ اختیار کرتی ہے اس کی پیش گوئی نہ کبھی کی جا سکی ہے اور نہ کی جا سکے گی۔

☆ امریکہ اور اس کے یورپی اتحادی ڈاکٹر قدیر اور ان کے ''نیٹ ورک'' کو عالمی مجرم قرار دے چکے ہیں اور اس ''نیٹ ورک'' کو ختم کرنے کے منصوبے بنا چکے ہیں، اس ''نیٹ ورک'' سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مراد کیا ہے میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا لیکن ایک بات واضح ہے کہ اس ''نیٹ ورک'' کو مرتب کرنے والے اجزاء میں بڑے بڑے حساس اور بااثر افراد شامل ہیں، وہ اپنے تحفظ سے گریز کے لئے ملک اور قوم کے مفادات کو داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کریں گے اور نتیجے میں کیا کچھ ہو سکتا ہے؟ اس کی تفصیل میں نہ ہی جائیں تو بہتر ہے، اسامہ بن لادن کو بچانے کی کوشش میں افغانستان پر کیا گزری؟ اسے یاد رکھنا چاہئے صدام حسین اور اس کے ساتھیوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے عراق کی کیا حالت کی؟ یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے ہم بھی کچھ ایسے ہی معاملات کی طرف بڑھ رہے ہیں کہ چند افراد کے تحفظ اور ملکی مفادات میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہماری مجبوری بن جائے گا، ہو سکتا ہے بن بھی چکا ہو، فیصلہ بہر طور کرنا پڑے گا کہ ہم ملکی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں یا افراد کا؟

☆ فرانس کے وزیر خارجہ ہمارے دارالحکومت میں بیٹھ کر کہہ چکے ہیں کہ بھارت ان کا اسٹریٹجک اتحادی ہے اور وہ دفاعی اعتبار سے پاکستان اور بھارت کے درمیان کسی برابری کے اصول کو نہیں مانتے۔

☆ اسرائیل، امریکہ اور بھارت کے درمیان سٹریٹجک تعاون کی مشینری قریب قریب مکمل ہو چکی ہے اور اب وہ عملی میدان میں موثر سرگرمیوں کے لئے تیار ہے۔

☆ آزاد کشمیر کے وزیراعظم باقاعدہ اعلان کر رہے ہیں کہ وزارتِ عظمیٰ چھوڑنے کیلئے ان پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔

☆ جسقم کی طاقت اور حیثیت بے شک تھوڑی ہو لیکن اس کے نعروں میں نفرت بھڑکانے کی صلاحیت کافی حد تک موجود ہے اور یہ نفرت بھڑکانے کے لئے وہ عملی اقدامات کا آغاز کر چکی ہے، گزشتہ روز پنجاب اور سندھ کے درمیان راستے بند کرنے کی کوشش کی گئی۔

☆ عوامی مقبولیت رکھنے والی سیاسی جماعتوں کی طرف سے مزاحمتی تحریک شروع کرنے کے اعلانات ہو رہے ہیں۔ حالات اسی طرح کے رہے تو ان کی تحریک کو آسانی سے ایندھن دستیاب ہونے لگے گا۔

☆ بلوچستان میں راکٹوں اور میزائلوں کا استعمال عام ہے۔ گزشتہ روز وہاں ایک بس کے **18** مسافر بھی اغوا کر لئے گئے جنہیں تاحال بازیاب نہیں کرایا جا سکا۔

دنیا میں ایک بھی ایٹمی ملک ایسا نہیں جس کے اندر عدم استحکام کی وہ صورت حال موجود ہو جو ہمارے ملک میں پیدا ہو رہی ہے۔ کہیں یہ صورت حال ہمارے بدخواہوں کی سازشوں کا نتیجہ تو نہیں؟ بھارت کی طرف سے دوستی کے نعرے اپنی جگہ لیکن افغانستان میں اس کے اثرات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جن کے منہ میں رام رام ہے، ان کی بغل میں مودی بھی ہے اور وہ بال ٹھاکرے کے اتحادی بھی ہیں، امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے بار بار کہا جاتا ہے کہ پاکستان کا عدم استحکام اس کے ایٹمی اثاثوں کے لئے خطرناک ہے، ایٹمی اثاثوں کے لئے خطرہ پیدا ہوا تو ان کے تحفظ کی ضرورت بھی پڑے گی اور اس نیک کام میں ہمارے طاقتور ''دوست'' ہماری مدد بھی کرنا چاہیں گے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ)

آئندہ شمارے میں

تاریخ تحریکاتِ احیائے اسلام

''ندائے خلافت'' کا یہ مقبول سلسلہ 1857ء کی جنگ آزادی کے تذکرے کے بعد تحقیقی وجوہ سے ملتوی ہو گیا تھا، جواب دور ہوگئی ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ شمارے سے یہ سلسلۂ مضامین دوبارہ شروع ہوگا۔ (ادارہ)

قراردادِ مقاصد کا نفاذ

ڈاکٹر صفدر محمود

''تنظیم اسلامی'' کے ایک سینئر اور معزز رکن محترم قاضی عبدالقادر صاحب (کراچی) نے ہمیں یاد دلایا کہ پچپن سال پہلے 12 مارچ 1949ء کو مرکزی اسمبلی میں ''قراردادِ مقاصد'' منظور ہوئی تھی جو کہ پاکستان کے حصولِ مقاصد یعنی برائے نفاذِ اسلام کا تحریری ضمانت نامہ اور تاریخی اہمیت کی دستاویز ہے لٰہذا ''ندائے خلافت'' کے موجودہ 12 مارچ کے شمارے میں' قاضی صاحب کی فرمائش کے بموجب ''قراردادِ مقاصد'' کے پس منظر اور اہمیت کے موضوع پر پاکستانیت کے مشہور فاضل ڈاکٹر صفدر محمود صاحب کا مضمون ہدیۂ قارئین ہے جو بائیس سال پہلے چھپا تھا۔ ''قراردادِ مقاصد'' کی منظوری کے بعد ہمارے ممتاز شعراء جناب ماہر القادری' مولانا نعیم صدیقی اور ابوالاشرف شبیر بخاری نے بھی اپنے اپنے اسلوب میں مشقِ سخن کی تھی۔ یہ منظومات ماہنامہ ''چراغ'' کی ایک خصوصی اشاعت سے قاضی صاحب ہی نے منتخب کر کے عطا کی ہیں۔ ان کا حسنِ انتخاب قابلِ داد ہے۔ (مدیر)

یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ پاکستان میں لاکھوں مہاجرین کی آمد نے ملک کی سیاست اور معاشرتی فضا پر بھی بہت گہرا اور وسیع اثر ڈالا۔ جو دوسری بات ابتداء میں ہی پاکستان کی قومی زندگی کے لئے انتہائی پریشان کن اور بالآخر مہلک ثابت ہوئی وہ آئین کی ترتیب و تدوین میں تاخیر تھی۔ قیام پاکستان کے وقت ملک کا اپنا کوئی آئین نہ تھا۔ قانون آزادی ہند 1947ء کی دفعہ 8 اور گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کو بعض ترامیم کے ساتھ عبوری آئین کے طور پر اختیار کیا گیا تھا۔ یہ محض کاروبار مملکت جاری رکھنے کا انتظام تھا' اس لئے تمام تقاضے پورے کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ ملک کے لئے ایک نیا آئین مرتب کرنے کے لئے ایک دستور ساز اسمبلی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس اسمبلی کا اولین اجلاس پاکستان کے یوم آزادی 14 اگست 1947 سے چار دن پہلے 10 اگست 1947ء کو کراچی میں ہوا۔ اس اسمبلی کو دوگونہ فرائض سپرد کئے گئے تھے۔ اسے ملک کے لئے آئین تیار کرنا تھا اور جب تک اس کا مرتبہ آئین نافذ نہیں ہوتا اسے وفاقی پارلیمنٹ یعنی مرکزی مجلس قانون ساز کے طور پر بھی کام کرنا تھا۔

آزادی کے بعد پہلا سال انتظامی ڈھانچے کو وجود میں لانے کی مساعی کی نذر ہو گیا۔ پھر بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح 11 ستمبر 1948ء کو وفات پا گئے اور اس طرح پاکستانی قوم آزادی کی پہلی سالگرہ کے فوراً بعد یتیم ہو گئی۔ آئین بنانے کی ساری ذمہ داری وزیراعظم لیاقت علی خان کے کندھوں پر آن پڑی۔ نہایت سازگار حالات میں بھی آئین کی ترتیب و تدوین ایک مشکل اور کٹھن کام ہوتا ہے کیونکہ نظریہ و ضمیر' مذہبی و صوبائی نمائندگی لسانی اور نسلی اختلافات سدِ راہ بن جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات دوسرے ملکوں کی آئین سازی کی تاریخ کے مطالعہ سے بھی ثابت ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ پاکستان میں آئین سازی کا کام بے انتہا سست رفتاری سے ہوا اور پاکستان نے دستور بنانے میں دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ وقت لیا۔

باشعور لوگوں کے لئے یہ احساس انتہائی کرب ناک ہے کہ پچیس سال گزر جانے کے بعد بھی پاکستان مستقل دستور سے محروم ہے۔ دستور سازی کا موزوں ترین وقت پاکستان کے پہلے چند سال تھے اور یہ عرصہ گزر جانے کے بعد یہ دستوری مسائل روز بروز پیچیدہ اور مشکل تر ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ انہی مسائل کی بدولت پاکستان کے مختلف صوبوں کے درمیان اس قدر تلخی اور ناخوشگواری پیدا ہو گئی کہ بالآخر مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے الگ ہو گیا۔ کاش! دستور سازی کی چھوٹی چھوٹی شقوں پر اڑ جانے والے سیاسی لیڈروں کو یہ احساس ہوتا کہ پاکستان کو اس تاخیر کی کس قدر بڑی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔

آزادی کے بعد پہلے چند برسوں کی تاریخ کے مطالعے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پاکستان میں آئین ساز اول تو اپنی کم مائیگی کا شکار تھے۔ دوم انہیں اپنے اس فریضے سے عہدہ برآ ہونے میں لاتعداد مسائل سے دوچار ہونا پڑا جو نہ صرف بہت پیچیدہ تھے بلکہ بے انتہا مختلف النوع بھی تھے جو معاملات خاص طور پر لامتناہی رکاوٹ کا باعث بنے اور جن کی وجہ سے آئین سازی کا کام از حد پیچیدہ ہو گیا' ان میں سے حسب ذیل قابل ذکر ہیں:

ا۔ مجوزہ آئین کی کی نوعیت۔ اس سے مراد وہ اختلافات ہیں کہ آئین میں اسلام کو کیا حیثیت و مرتبہ حاصل ہونا چاہئے۔

۲۔ مذہبی اقلیتوں اور طریق انتخاب (بالغ یا محدود رائے دہندگی اور جداگانہ یا مخلوط انتخاب) کے مسائل۔

۳۔ ملک کی جغرافیائی تقسیم اور وفاقی مقننہ میں نمائندگی کے تناسب و تعداد کے مسائل۔

۴۔ وفاقی حکومت اور صوبوں میں تقسیم اختیارات۔

۵۔ لسانی تنازعات۔

۶۔ عاملہ اور مقننہ میں تعلقات کا سوال۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پاکستان میں پارلیمانی جمہوری نظام ہونا چاہئے یا صدارتی۔

۷۔ صوبائی تعصبات اور سیاسی راہنماؤں کا رویہ۔

پاکستانی دستور ساز اسمبلی نے 11 اگست 1947ء کو اپنا کام شروع کیا اور طویل بحث و غور کے بعد 12 مارچ 1949ء کو آئندہ آئین کے اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں ایک قرارداد منظور کی جسے ''قراردادِ مقاصد'' کے نام سے شہرت حاصل ہو چکی ہے۔

اس قرارداد کا متن یہ ہے:

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیر حاکم مطلق ہے اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے۔

نعیم صدیقی

تضاد

"قراردادِ مقاصد" کے تم مصنف تھے — یہ صور پھونک کے اب کھو گئے کہاں آخر؟
زمانے بھر کی امامت کے مدعی بن کر — رہِ حیات میں گم ہو گئے کہاں آخر؟
نمازِ عشق اقامت کی منتظر ہے ابھی — اذاں پکار کے تم سو گئے کہاں آخر؟

☆☆☆

عجیب طرفہ تماشا ہے قبر کے مردے — حیاتِ نو کا پیامِ لطیف لائے ہیں
الٰہی خیر! خطرناک ہیں یہ اندھیرے! — کہ چاند تارے قباؤں پہ خود سجائے ہیں
چمن میں چل کے ذرا دیکھئے تو یہ اعجاز! — خزاں کی روحِ فسردہ نے گل کھلائے ہیں

☆☆☆

لگایا داؤں میں دینِ نبیؐ کی عصمت کو — ہمارے چند سیاسی قمار بازوں نے
"متاعِ صدق و صفا" کا لگا دیا تختہ — دکانِ کذب کے باہر زمانہ سازوں نے
لباسِ دیں میں ہے رقصاں سیاستِ افرنگ — کمالِ فن یہ دکھایا فسوں طرازوں نے

☆☆☆

شکاریوں نے بُنا مل کے دامِ "حَبلِ اللّٰہ" — عوامِ سادہ منش کے شکار کرنے کو
چلے میں ڈال کے جیبوں میں دین کے سکے — یہ لوگ حرص کا پھر کاروبار کرنے کو
متاعِ حرمتِ کعبہ کو لے چلے کچھ لوگ — بتانِ دیر کے آگے نثار کرنے کو

☆☆☆

قراردادِ مقاصد کی لگ چکی میزاں! — زمانہ آپ کی سیرت کو اس پہ تولے گا
تمام کھوٹ عیاں ہوں گے اس کسوٹی پر — ہوا کہیں کوئی جو ہر تو آپ بولے گا
تمہارے قول و عمل میں اگر تضاد رہا — یہ چیرہ دست زمانہ ہے راز کھولے گا

☆☆☆

یہ لفظ اٹھ کے جو بولے گئے ہیں محفل میں — ہم ان کے معنیٰ کا پورا حساب مانگیں گے
یہ جس سوال کو چھیڑا گیا ہے برسرِ عام — عوامِ قوم اب اس کا جواب مانگیں گے
جو "سبز باغ" دکھایا گیا ہے' لوگ اس میں — نوائے بلبل و بوئے گلاب مانگیں گے

☆☆☆

خدا ہی جانے! یہ وعدہ برائے ایفا ہے — کہ محض وقت گزاری کا اک بہانہ ہے
ہزار بار مبارک ہماری جانب سے — اگر یہ آپ کا اعلان مخلصانہ ہے
ہم اس طلسم کے پرزے اڑا کے چھوڑیں گے — اگر یہ سحرِ سیاسی کا شاخسانہ ہے

☆☆☆

مڑا ہے قافلۂ شوق اب حرم کی طرف! — یہ راہ اور ہے' اب رہنما بدل جائیں
چلا ہے اپنا سفینہ نئے سمندر میں! — ہے التماس کہ اب ناخدا بدل جائیں
ہوا ارادۂ ترکِ نظامِ طاغوتی — نظامِ نو کے لئے پیشوا بدل جائیں

☆☆☆

نئے اصول' نیا فلسفہ' نظام نیا! — ڈرو نہیں جو نئی قوتیں ظہور کریں!
وہ ہاتھ پاک ہیں' بڑھ بڑھ کے چومئے ان کو — بتانِ کہنہ کو جو ہاتھ چور چور کریں!

لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد و خود مختار مملکتِ پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے' جس کی رو سے مملکت جملہ حقوق و اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے سے استعمال کرے۔

جس میں اصول جمہوریت و حریت و مساوات و رواداری اور عدل عمرانی کو' جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے' پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں متعین ہیں' ترتیب دے سکیں۔

جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

جس کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاقیہ بنائیں جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ و متعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار ہوں۔

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت کی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاقِ عامہ کے ماتحت مساوات حیثیت و مواقع' قانون کی نظر میں برابری' عمرانی' اقتصادی اور سیاسی عدل' خیال' اظہار' عقیدہ' دین' عبادات اور ارتباط کی آزادی شامل ہوں۔

جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔ جس کی رو سے وفاقیہ کے علاقوں کی صیانت' اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بر و بحر اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں' تحفظ کیا جائے۔

تا کہ اہل پاکستان فلاح و خوش حالی کی زندگی بسر کر سکیں' اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی ترقی و بہبود میں کما حقہ اضافہ کر سکیں۔

اس قرارداد کی منظوری کو لیاقت علی خان نے "ملک کی تاریخ میں حصول پاکستان کے کارنامہ کے بعد اہم ترین واقعہ" قرار دیا۔ اس قرارداد میں ان اصولوں کی بالوضاحت نشاندہی کی گئی تھی جن کی بنیادوں پر ملک کا آئندہ آئین تیار ہونا تھا۔ مختصراً اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ اسلامی اصولوں کے مطابق جمہوریت' آزادی' مساوات اور معاشرتی انصاف کی پوری پاسداری کی جائے گی اور مسلمانوں کو اسلام کی تعلیمات اور مقتضیات کے مطابق

زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔ اس قرارداد میں اقلیتوں کے حقوق کا بھی ذکر کیا گیا تھا کہ وہ اپنے مذاہب پر پوری آزادی سے کاربند رہ سکیں گی اور اپنی ثقافت کو فروغ دینے کی مجاز ہوں گی۔ اس قرارداد میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ بنیادی حقوق کا پورا تحفظ کیا جائے گا۔ عدلیہ کی مکمل آزادی کی ضمانت دی جائے گی اور پاکستان ایک وفاقی مملکت ہوگا۔ قرارداد میں واضح الفاظ میں اعتراف کیا گیا تھا کہ ساری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حاکیت ہے اور اس نے پاکستان کے عوام کو جو اختیار تفویض کیا ہے وہ ایک مقدس فریضہ ہے جسے پاکستان کے عوام اپنے منتخب نمائندوں کی وساطت سے سرانجام دیں گے۔

قراردادِ مقاصد سے پاکستان کا جو خاکہ ذہن میں ابھرتا ہے اس سے واضح ہے کہ قرارداد کا مقصد پاکستان کو ایسی اسلامی مملکت بنانا تھا جو جمہوری تقاضے بھی پوری کرتی ہو۔ اس کا مقصد ہرگز خالصتاً مذہبی ریاست کا قیام نہیں تھا اور نہ ہی اس قرارداد کے ذریعے علماء کو کوئی خاص مقام یا اختیارات دیئے گئے تھے۔ قرارداد مقاصد کے مطابق پاکستان ایک وفاقی سلطنت بننا تھا جس میں صوبوں یا یونٹوں کو ایک مقررہ حد تک آزادی ملنی تھی۔ لیاقت علی خان نے قرارداد کو دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ ”یوں تو مغربی ممالک اور روس بھی جمہوریت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ہماری اسلامی جمہوریت کا تصور ہماری زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ اس کا جتنا تعلق نظام حکومت سے ہے اتنا ہی ہمارے معاشرے سے بھی ہے۔“

یہ قرارداد اس امر کی بھی وضاحت کرتی ہے کہ ریاست کو عوام کی زندگیوں میں مثبت کردار ادا کرنا تھا اور یہ ریاست کی ذمہ داری تھی کہ وہ اسلامی معاشرے کی تعمیر کرے اور عوام کی زندگیاں اسلامی سانچے میں ڈھالے۔

قرارداد مقاصد پر دستور ساز اسمبلی کے پانچ مسلسل اجلاسوں میں بحث و غور کا سلسلہ جاری رہا۔ پاکستان نیشنل کانگریس نے جو واحد اپوزیشن پارٹی تھی اس قرارداد پر اعتراض کیا۔ کانگریس کے رکن بی کے دتا نے کہا ”قرارداد میں مذہب اور سیاست کو خلط ملط کر دیا گیا ہے حالانکہ مذہب سیاست سے الگ ہوتا ہے“۔ اور اس کے تحت اقلیتی فرقوں کے لوگ محض غلام بن کر رہ جائیں گے۔ پاکستان نیشنل کانگریس دراصل انڈین نیشنل کانگریس کے ان نمائندوں اور ارکان پر مشتمل تھی جن کا تعلق مشرقی پاکستان سے تھا۔ اور تقسیم کے بعد وہ پاکستان میں رہ گئے تھے۔ تمام مسلمان ارکان نے 'میاں افتخار الدین کے سوا' اس قرارداد کی پُرزور حمایت کی۔ میاں افتخار الدین کا خیال یہ تھا کہ جب تک اقتصادی نظام میں بنیادی اور دُور رس تبدیلیاں نہیں کی جائیں گی محض سیاسی آزادیوں کا تحفظ بے سود ثابت ہوگا۔ اسمبلی کے غیر مسلم ارکان اس قرارداد پر غیر مطمئن تھے اور انہیں یہ خدشہ تھا کہ اس طرح مملکت کی طرف سے لوگوں کی نجی زندگی میں مداخلت کا دروازہ کھل جائے گا۔ کانگریس پارٹی کے لیڈر ایس سی چٹوپادھیا نے قرارداد مقاصد پر تنقید و احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ اس سے پاکستان میں غیر مسلم محض ”پانی بھرنے والے اور لکڑہارے بن کر رہ جائیں گے“۔ ان اعتراضات کے جواب میں وزیراعظم نے غیر مسلموں کو یقین دہانی کرائی کہ ان میں اور مسلمانوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جائے گا۔ غیر مسلموں کے علاوہ راسخ العقیدہ مسلمان بھی اس قرارداد سے پوری طرح مطمئن نہیں تھے۔ ان کے خیال میں اس قرارداد میں غیر مسلموں کے حقوق پر ضرورت سے زیادہ زور دیا گیا تھا۔

قرارداد مقاصد اپنی جگہ مکمل آئین نہیں تھی۔ اس میں صرف بنیادی اصولوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ مستقل اور وفاقی طرز کا آئین تیار کرنے کے لئے دستور ساز اسمبلی نے 12 مارچ 1949ء کو بنیادی اصولوں کی کمیٹی قائم کی جسے مقننہ میں مختلف صوبوں کو اس طرح نمائندگی مہیا کرنی تھی کہ کسی صوبے کو بھی دوسرے صوبے پر غلبہ حاصل نہ ہو سکے۔ اس کمیٹی میں تمام سیاسی پارٹیوں کے نمائندے شامل تھے اور اسے یہ فرض سپرد کیا گیا تھا کہ وہ حتی الوسع جلد از جلد ان بنیادی اصولوں کے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کرے جن کی بنیاد پر آئندہ آئین تیار کیا جا سکے۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے تین سب کمیٹیاں قائم کیں تاکہ وہ علیحدہ اور

ابوالاشرف شبیر بخاری

دعا!

نہادِ عصر میں طاغوت کا بسیرا ہے!
جمایا ظلم نے دنیا میں پھر سے ڈیرا ہے!
”چراغِ امن“ کو پھر آندھیوں نے گھیرا ہے!
ہجومِ یاس ہے اور چار سو اندھیرا ہے!
مرے کریم! اندھیرے میں پھر اجالا کر!
قراردادِ مقاصد! کا بول بالا کر!

معاشیات' پہ آپس میں پھٹ گئیں قومیں!
ترے نظامِ محبت سے کٹ گئیں قومیں!
دغا نصیب گروہوں میں بٹ گئیں قومیں!
مقامِ عدل و دیانت سے ہٹ گئیں قومیں!
مرے کریم! اندھیرا ہے! پھر اُجالا کر!
قراردادِ مقاصد! کا بول بالا کر!

ترے جہاں میں ہیں برگشتۂ ستم جمہور!
ذلیل و پست و زبوں کشتۂ الم جمہور!
ستم شکار و گرفتارِ بیش و کم جمہور!
قتیل عشوۂ صد کیقباد و جم جمہور!
مرے کریم! اندھیرا ہے! پھر اجالا کر!
قراردادِ مقاصد! کا بول بالا کر!

ماہر القادری

قراردادِ مقاصد سے متاثر ہو کر

جبر باطل سے گزرنے کا زمانہ آیا
صرف اللہ سے ڈرنے کا زمانہ آیا
زلفِ گیتی کے سنورنے کا زمانہ آیا
آدمیت کے نکھرنے کا زمانہ آیا
قافلے جن کے اجالے میں چلا کرتے تھے
ان ستاروں کے ابھرنے کا زمانہ آیا
ایک مدت سے جو بے آب تھی حق کی کھیتی
اس کے اب پھولنے پھلنے کا زمانہ آیا
خواہ افسر ہو کہ مزدور مکاں ہو کہ محل
رب کے انداز بدلنے کا زمانہ آیا
اب معیشت بھی عبادت ہے سیاست بھی ثواب
خانقاہوں سے نکلنے کا زمانہ آیا
اطلس و مخمل و کمخواب کی نرمی کو سلام
راہِ پُر خار میں چلنے کا زمانہ آیا
غیر مسلم کو بھی مژدہ کہ بہ فیضِ اسلام
اس کے حالات سنبھلنے کا زمانہ آیا

جداگانہ طور پر اہم معاملات کا جائزہ لیں۔

ان تین ذیلی کمیٹیوں کے علاوہ ایک خاص کمیٹی بھی قائم کی گئی جس کو "تعلیماتِ اسلامیہ بورڈ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ اسلامی قانون کا علم رکھنے والے جید و معتبر علمائے دین پر مشتمل تھی ان میں مولانا سید سلیمان ندوی، مفتی محمد شفیع، پروفیسر عبدالخالق، مفتی جعفر حسین، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، علامہ محمد اسد اور مولانا ظفر احمد انصاری جیسے عظماً شامل تھے۔ اس خاص کمیٹی کا کام یہ تھا کہ قرارداد مقاصد اور دیگر ذیلی کمیٹیوں کی طرف سے پیش کردہ مسائل و سفارشات پر اپنی رائے دے۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی کا کام اس نقطۂ نظر سے انتہائی دشوار تھا کہ اسے جس ملک کے لئے دستور بنانا تھا اس کے مشرقی اور مغربی حصوں میں ایک ہزار میل کا فاصلہ حائل تھا اور مغربی پاکستان کے صوبوں میں بھی آبادی کی تقسیم خاصی غیر متناسب تھی ملک کے مختلف حصوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں ملک میں ایسے سیاستدانوں کی کمی نہ تھی جن کا مقصد حیات صوبائی تعصبات کی آگ بھڑکانا اور قومی استحکام کی بنیادیں کمزور کرنا تھا تاکہ دستور سازی کی راہ میں رکاوٹیں ڈال کر ملک کا شیرازہ بکھیرا جا سکے۔ بلاشبہ ان سیاستدانوں کو اپنے مقاصد میں کافی حد تک کامیابی ہوئی اور دستور سازی میں تاخیر کے سبب ملک کے مختلف حصوں میں اتنی بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پھیل گئیں کہ قومی اتحاد کا دامن تار تار ہو گیا۔ انہوں نے صوبائی منافرت کی جو چنگاریاں بھڑکائی تھیں وہ بالآخر شعلے بنیں اور مشرقی و مغربی پاکستان کے رشتے جل کر راکھ ہو گئے۔

جنرل ضیاء الحق کے عہد تک "قرارداد مقاصد" پاکستان کے آئین کے محض دیباچے میں شامل تھی، لیکن ان کے عہد میں اس اہم ملی و قومی دستاویز کو آئین کا باقاعدہ جز بنالیا گیا اور اس کیلئے دفعہ 2 معین کی گئی۔ تب مرکزی انجمن خدام القرآن، تنظیم اسلامی کے بانی امیر اور تحریک خلافت پاکستان کے داعی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی جانب سے تکمیل دستور خلافت' کے مطالبے پر مشتمل ایک اشتہار 23 مارچ 1997ء کو یوم پاکستان کے موقع پر روزنامہ "جنگ" لاہور' "نوائے وقت" لاہور' راولپنڈی' "خبریں" لاہور' راولپنڈی' "ڈن" اور روزنامہ "نیشن" لاہور' میں شائع کرایا گیا تھا۔ حکومت پاکستان سے اسلامیانِ پاکستان کا وہ مطالبہ ہنوز برقرار ہے۔ وہ مطالبہ آج ایک بار پھر بائیں ہاتھ کے اشتہاری کالم کی صورت میں پیش ہے۔

پاکستان کے رہنے والو!

بالخصوص اراکین پارلیمنٹ!!

پہلے پاکستان کا قبلہ تو سیدھا کر لو!!

یعنی

اولاً: دستور پاکستان میں حسبِ ذیل ترامیم فوراً کروالو کہ:

۱) دفعہ 2 کی شق (الف) یعنی "قرارداد مقاصد" کے ضمن میں یہ صراحت کہ یہ پورے دستور پر حاوی ہوگی!

۲) اسی دفعہ میں شق (ب) کا یہ اضافہ کہ: "پاکستان میں کسی بھی سطح پر کوئی قانون سازی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے منافی نہیں کی جاسکے گی"۔

۳) فیڈرل شریعت کورٹ پر دستور پاکستان' عدالتی قوانین اور مسلم پرسنل لاء کے ضمن میں عائد شدہ پابندیوں کا خاتمہ!

۴) فیڈرل شریعت کورٹ کے جج صاحبان کی شرائط و قواعد ملازمت کی سطح ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے مساوی ہو۔

ثانیاً: پاکستانی معیشت کو سود سے پاک کر کے اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جنگ فوری طور پر بند کردو!

ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ

پہلے 25 ویں سال کے دوران تو ملک دولخت ہو گیا تھا' اب مزید 25 سال پورے ہونے پر کوئی زیادہ بڑا عذاب مسلط ہو جائے'...... معاذ اللہ!

ع "حذرا اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!"

الداعی الی الخیر: **ڈاکٹر اسرار احمد**

صدر انجمن خدام القرآن ☆ بانی تنظیم اسلامی ☆ داعی تحریک خلافت پاکستان

شیعہ سنی اتحاد کی اہمیت

ڈاکٹر اسرار احمد

دین نام ہے اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کرنے اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کا۔ اگر اس اصول کو مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر دل و جان سے قبول کر لیں تو ہمارے معاشرے میں تفرقے کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ البتہ اختلاف کی گنجائش بہرحال موجود رہے گی۔ اس اختلاف کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لئے رحمت قرار دیا ہے۔ یہ اختلاف اہل سنت کے مختلف مسالک اور مذاہب کے درمیان بھی ہے جو نسبتاً کم ہے اور اہل تشیع کے ساتھ اہل سنت کا اختلاف نسبتاً گہرا ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے یہ دونوں مذاہب کے مابین مشترک ہے اگرچہ اہل سنت حضرات میں یہ شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں کہ وہ قرآن کو بھی صحیح نہیں مانتے۔ مولانا منظور نعمانی نے اس موضوع پر بڑی مفصل کتاب بھی لکھی ہے۔ لیکن اہل تشیع حضرات کا عمومی اور مستند مؤقف یہ ہے کہ نہیں ہم اسی قرآن کریم کو برحق مانتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہمیں ان کا وہی مؤقف درست تسلیم کرنا چاہئے جو ان کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ چنانچہ ''کتاب'' ہمارے اور ان کے مابین مشترک ہے۔ البتہ جہاں تک حدیث کا معاملہ ہے' ان کے اپنے مجموعے ہیں۔ یہاں دونوں مسالک کے درمیان فرق آتا ہے اور اختلاف گہرا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی تفرقہ نہیں ہے۔ تفرقہ تو تب ہوگا' جب سنت کا انکار کیا جائے۔ رسول ﷺ کی مہر نبوت کو توڑا جائے۔ یہاں اختلاف نسبتاً گہرا ہے' کیونکہ جب کسی مسئلے پر گفتگو ہوگی اور استدلال کا معاملہ ہوگا۔ تو دونوں جانب سے حدیثیں پیش کی جائیں گی' جو حدیثیں شیعہ پیش کریں گے۔ وہ اہل سنت کے نزدیک معتبر نہیں ہوں گی اور جو حدیثیں اہل سنت کے نزدیک معتبر اور معتمد علیہ ہیں وہ اہل تشیع کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ چنانچہ اسی اختلاف کی آڑ میں ملک دشمن طاقتوں نے اپنا کھیل کھیلا ہے اور ملک میں دہشت گردی اور تخریب کاری کرنے کے لئے شیعہ سنی اختلاف کو ایک اہم کمین گاہ اور ڈھال کے طور پر استعمال کیا ہے اور میں صاف صاف عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ داخلی نہیں ہے بلکہ اس کے ڈانڈے باہر ہیں۔ Samuel P. Huntington جو اس وقت امریکہ کا ایک بہت بڑا سیاسی مبصر اور مشیر ہے' اس کے ایک بہت بڑے مقالے "Clash of Civilizatoins" کا اس وقت دنیا میں بڑا چرچا ہے۔ اس کے نزدیک اب دنیا میں قوموں اور ملکوں کا ٹکراؤ نہیں ہوگا بلکہ تہذیبوں کا ٹکراؤ ہوگا۔ اس نے لکھا ہے کہ اس وقت دنیا میں آٹھ تہذیبیں موجود ہیں' ایک ہماری مغربی تہذیب اور سات دوسری۔ لیکن ان سات میں سے پانچ کو تو ہم آسانی سے اپنے اندر سمو سکتے ہیں اور انہیں ہضم کر سکتے ہیں' لیکن دو تہذیبیں ایسی ہیں کہ وہ ہمارے لئے لوہے کے چنے ثابت ہوں گی' جنہیں چبانا آسان نہیں۔ ایک مسلم تہذیب اور دوسری کنفیوشین تہذیب جس کی نمائندگی اس وقت چین کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے دو مشورے دیئے ہیں' ایک یہ کہ چین اور اسلامی ملکوں کو قریب نہ آنے دیا جائے۔ دوسرا مشورہ اس نے یہ دیا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو ہوا دی جائے۔ ایک اعتبار سے ان لوگوں کی جرأت اور دیانت کا مظہر بھی ہے کہ بات صاف اور کھل کر کر رہے ہیں' اپنے تاش کے سارے پتے سامنے رکھ دیئے ہیں کہ تمہارے اندر اگر ہمت ہے تو راستہ روک لو! چنانچہ یہ اس کا مقالہ ہے جو شائع ہوا ہے۔ اور اب سوچئے کہ اس کو بنیاد بنا کر کیا کچھ ہو رہا ہوگا۔ اس حوالے سے ہمارے ہاں دہشت گردی اور تخریب کاری کے ذریعہ شیعہ سنی اختلاف کو ہوا دینے کا معاملہ اس مسئلے کا بہت بڑا پہلو ہے۔ بہرحال کوئی شے موجود ہوتی ہے تو اسی کو دشمن آڑ کے طور پر استعمال کر سکتا ہے' اگر کوئی شے موجود ہی نہ ہو تو اسے آڑ یا ڈھال کیسے بنایا جا سکتا ہے۔

کچھ تو ہوتے بھی ہیں الفت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

چنانچہ کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہے' تبھی بات بنتی ہے۔ اگر ملک میں شیعہ سنی مفاہمت کی کوئی صورت نکل آئے تو دشمن کی کم از کم ایک کمین گاہ تو ختم ہو سکتی ہے۔ یہ بات شاید آپ جانتے ہوں کہ جب سلطان محمد فاتح کی فوجیں قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے کھڑی تھیں تو گرجا میں پادری آپس میں لڑ رہے تھے اور ان کے مابین ان مسائل پر بحث ہو رہی تھی کہ ایک سوئی کی نوک پر کتنے فرشتے آ سکتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ نے جو روٹی کھائی تھی وہ خمیری تھی یا فطیری؟ اور یہ کہ حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے بعد بھی کنواری رہیں یا نہیں؟ یہ تین ''عظیم الشان'' مسائل تھے جو اندر زیر بحث تھے اور باہر سلطان محمد فاتح کی فوجیں کھڑی تھیں۔ اور یہی حشر ہمارا ہوا تھا' جب انگریز ہندوستان میں قدم بقدم آگے بڑھ رہا تھا تو ہمارے ہاں یہ بحثیں چل رہی تھیں کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر نہیں بول سکتا تو ہر شے پر قادر تو نہ ہوا اور اگر بول سکتا ہے تو یہ اس کی شان کے منافی ہے۔ پھر یہ کہ اللہ خود بھی کوئی دوسرا محمد ﷺ پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اس وقت مسلمانوں کے چوٹی کے علماء ''امکانِ کذب'' اور ''امتناع نظیر'' کی ان بحثوں میں الجھے ہوئے تھے اور انگریز بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ وہی حال آج ہمارا ہو رہا ہے کہ ہم اپنی انانیت اور فرقوں کو لئے بیٹھے ہیں' ملکی سلامتی خطرے میں پڑتی ہے تو پڑتی رہے۔ اس مسئلے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ پاکستان کے استحکام کی واحد بنیاد ہی نہیں بلکہ اس کی بقاء کی وجہ جواز بھی اسلام ہے۔ اگر یہاں اسلام نہیں آتا تو اس کے باقی رہنے کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہتا۔ اور یہاں یہ سب کچھ افراتفری' لوٹ کھسوٹ' بدامنی اور عدم استحکام اسی لئے ہے کہ ہم نے اس کی اس واحد وجہ جواز کو ہی مشکوک بنا دیا ہے۔ نتیجتاً یہ عذاب الٰہی کے کوڑے ہیں جو ہماری پیٹھ پر پڑتے رہتے ہیں۔ اس ساری پیچیدگی کا واحد حل یہی ہے کہ یہاں اسلام آئے۔ یہاں اسلام اب تک کیوں نہیں آیا' اس کے دو بڑے بڑے اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک سبب جو میں بارہا بیان بھی کر چکا ہوں وہ دینی جماعتوں کی یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ وہ انتخابی سیاست کے اکھاڑے میں اتر کر پاور پالیٹکس کے کھیل میں شریک ہو گئیں۔ انہیں اقتدار کی غلام گردشوں کے اندر چلنے پھرنے اور وی آئی پی ٹریٹمنٹ کے چسکے پڑ گئے اور یہی شے تھی جو بیڑہ غرق کرنے والی تھی۔ اس وقت میں اس کی مزید کوئی تفصیل بیان نہیں کروں گا۔ یہ میرا وہ مؤقف ہے جو میں بارہا تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔ اس کے علاوہ اس کا دوسرا سبب شیعہ سنی اختلاف ہے جو واقعتاً بہت بڑا اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی نوعیت حنفی' مالکی' شافعی والے اختلاف کی سی نہیں ہے کیونکہ شیعہ اور سنی کے نزدیک سنت رسول ﷺ کے ماخذ جدا جدا ہیں جب کہ دین کی عملی شکل تو سنت ہی سے سامنے آتی ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست!

اب ہم اس مسئلے کے تیسرے پہلو کی طرف آتے ہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر جو درحقیقت جیو ورلڈ آرڈر ہے اس میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں کے ٹکڑے کر دیے جائیں گے اور ظاہر ہے کہ ''نزلہ بر عضو ضعیف'' کے مصداق پہلے پاکستان کی باری ہے۔ ہم نے خود اس کے لئے میدان تیار کر رکھے ہیں کہ آؤ کھیلو اور کودو! بلکہ میں تو اس سے بھی آگے عرض کرتا ہوں کہ یہودیوں کے سامنے امریکہ کے بھی حصے بخرے کرنے کا پروگرام ہے اور وہ اس کے ٹکڑے کر کے رہیں گے۔ وہ اس کو اس وقت تک استعمال کرتے رہیں گے جب تک وہ ان کے مفاد میں استعمال ہوتا رہے اور کسی وقت بھی اگر امریکہ نے ان کی سکیم کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی تو جس طرح انہوں نے چشم زدن میں USSR کو دنیا میں نسیاً منسیا کر دیا' اسی طرح وہ USA کے بھی ٹکڑے کر دیں گے' اس لئے کہ پوری معیشت کے لیور پر ان کا ہاتھ ہے۔ لہٰذا ان کی طرف سے ایک حرکت ہوگی' شیئر مارکیٹ کے اندر ایک زلزلہ آئے گا اور امریکہ کی دھجیاں بکھر جائیں گی۔ امریکہ سے زیادہ کمزور (Fragile) معیشت تو دنیا کے کسی دوسرے ملک کی نہیں ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ مقروض حکومت امریکہ کی ہے اور اس کے قرض خواہ یہودی بینکار ہیں۔ اور وہاں کے بینک حکومت کے زیر اثر نہیں ہیں بلکہ آزاد اور حکومت سے بالاتر ہیں' لہٰذا یہودی جب چاہیں امریکہ کو توڑ سکتے ہیں۔ میں تو اس ''جیو ورلڈ آرڈر'' کے بارے میں اپنی کتاب ''سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل'' میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اس نیو ورلڈ آرڈر یا جیو ورلڈ آرڈر کے آگے اب جو ''آخری چٹان'' باقی رہ گئی ہے وہ پاکستان' ایران' افغانستان اور چینی و روسی ترکستان پر مشتمل مسلمان ممالک کا یہ بلاک ہے۔ یہ وہ آخری چٹان ہے جو یہود کے اس نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد تو مسلمان ممالک میں سے بنگلہ دیش اور انڈونیشیا وغیرہ باقی رہ جاتے ہیں۔ جو مشرقِ بعید سے متعلق ہیں' درمیان میں بھارت کا بہت بڑا رقبہ آ جاتا ہے جہاں اگرچہ مسلمان بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں لیکن وہ وہاں پر مقہور اور مجبور ہیں اور ان کی وہاں پر سیاسی سطح پر کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے اہم ترین حیثیت اسی بلاک کی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ اس بلاک میں شیعہ سنی تنازعہ سب مسائل سے زیادہ سخت اور گھمبیر ہے۔ اور پاکستان میں اسلام کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی یہی ہے اگر اس مسئلہ کا کوئی حل نکل آتا ہے تو اس راستے کی ہماری یہ رکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ اس طرح نفاذِ اسلام کے بعد یہاں اتحاد کی فضا قائم ہوگی اور اگر یہ اتحاد اور مفاہمت ہو جائے تو یہی خطہ وہ چٹان ہے جس سے ٹکرا کر نیو ورلڈ آرڈر پسپا ہو سکتا ہے۔ اگر شیعہ سنی مفاہمت ہو جائے تو (i) ہم یہاں پر دہشت گردی کا ایک بازو توڑ سکتے ہیں۔ (ii) پاکستان میں اسلام کے نفاذ کا راستہ ہموار ہوتا ہے اور اس کے لئے جدوجہد آسان ہوتی ہے۔ (iii) اس خطے کے مسلم بلاک کے اندر اتحاد اور یگانگت عمل میں آ سکتی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے میرے خیال میں اس کا ایک ہی حل ہے اور یہ بات میرے علم میں گزشتہ دورۂ ایران میں آئی کہ اسی فارمولے کو قائد انقلاب ایران جناب آیت اللہ روح اللہ خمینی مرحوم نے ایران میں نافذ کیا اور میری اس تجویز کو موجودہ ایرانی قیادت اور اس وقت کی سب سے بڑی مذہبی شخصیت آیت اللہ خامنہ ای کی مکمل تائید بھی حاصل ہے۔ کاش کہ پاکستان میں اہل تشیع اس حل کو قبول کر لیں! وہ حل یہ ہے کہ جہاں تک عقائد' عبادات' مساجد' فیملی لاز اور وراثت کے قوانین وغیرہ کا تعلق ہے ان میں ہر ایک کو مکمل آزادی ہو کہ وہ اپنی فقہ کے مطابق عمل کرے۔ لیکن ملکی قوانین (Law of the Land) کے معاملے میں صرف اس فقہ کو نافذ کرنے کے اعلان کیا جائے جس کے ماننے والے اکثریت میں ہیں۔ عبادات کا معاملہ ہر ایک پر چھوڑ دیجئے کہ وہ جس طرح چاہے کرے' یہ ایک طرح کا انفرادی معاملہ ہے۔ لیکن جہاں تک ملکی قانون کا معاملہ ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ایک ملک میں دو نہیں ہو سکتے' حدود و تعزیرات سب کے لئے الگ الگ نہیں ہو سکتیں۔ اس کے لئے ہمیں ایران سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ وہاں یہ کیا گیا ہے کہ ایران کے دستور میں یہ طے کر دیا گیا کہ ان معاملات میں اکثریت کی فقہ یعنی فقہ جعفری کے مطابق معاملہ ہوگا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی حل ہے بھی نہیں۔ یا تو یہ کہہ دیجئے کہ ہمیں اسلام کی طرف جانا ہی نہیں' دین کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دو' ہمیں تو اپنی فقہ زیادہ پسند ہے۔۔۔۔ لیکن اگر دین کو اولیت حاصل ہے اور آپ لا تتفرقوا فیه کے قرآنی حکم پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں کہ دین ایک ہو تو پھر اپنی فقہوں اور اپنے مذاہب و مسالک کو ثانوی درجہ دیجئے۔ یہی کچھ انہوں نے کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا یہی حل ہے۔ پاکستان میں بھی قابل عمل ہے چنانچہ پاکستان کے دستور میں یہ طے ہو جائے کہ یہاں فقہ حنفی کو ملکی قانون کی حیثیت حاصل ہوگی کیونکہ یہاں غالب اکثریت احناف کی ہے' تاہم اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو فقہ حنفی آج سے کئی سو سال پہلے مرتب کی گئی تھی وہ جوں کی توں نافذ کر دی جائے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اب جو اجتہاد ہوگا اور جو قانون سازی ہوگی' وہ فقہ حنفی کے اصول فقہ کے مطابق ہوگی۔ یعنی استنباط اور استدلال کے اصول وہی ہوں گے جو فقہ حنفی کے ہیں۔ ایک نئی مقننہ (Legislative) ہوگی جسے ہر میدان میں اجتہاد کرنا ہوگا۔ طے یہ کرنا ہوگا کہ قانون سازی میں کتاب و سنت کی حدود سے تجاوز نہیں ہوگا۔ اگر تجاوز ہوتا ہے تو ہر عالم دین کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ عدالتِ عالیہ کا دروازہ کھٹکھٹائے اور وہاں جا کر یہ ثابت کرے کہ یہ قانون کتاب و سنت کے خلاف ہے۔۔۔۔ یا پھر ایسا ہو کہ یہاں پر کتاب و سنت کی سنی تعبیرات کو دستور میں ثبت کیا جائے اور فقہ جعفریہ کو عبادات میں بشمول زکوٰۃ مکمل آزادی دے دی جائے۔ اگر وہ خود مان جائیں کہ ہم زکوٰۃ کا کوئی ایسا اجتماعی نظام بناتے ہیں کہ حکومت وہی وصول کرے تو کیا کہنے' چشم ما روشن دل ما شاد! لیکن اگر وہ اس پر مصر رہیں کہ زکوٰۃ کا معاملہ ان کا پرسنل رہے گا تو بھی ٹھیک ہے' اس لئے کہ زکوٰۃ میں عبادت کا عنصر زیادہ غالب ہے اور پرسنل لاء میں عبادات لازمی طور پہ آتی ہے۔ نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ان سب میں انہیں مکمل آزادی ہونی چاہئے۔ پھر نکاح طلاق اور وراثت کے قوانین کے علاوہ پرسنل لاء میں جتنی چیزیں بھی آتی ہیں ان میں انہیں مکمل آزادی ہو۔ اب آخر میں اپنے اثناعشری شیعہ بھائیوں کی خدمت میں دست بستہ عرض کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میری گزارش صدا بصحرا ثابت نہیں ہوگی کیونکہ مجھے امید کی کرن نظر آ رہی ہے۔ خدا کے لئے ہر شیعہ بھائی خود بھی سوچے اور اپنی قیادت کی بھی توجہ دلائے کہ وہ پاکستان میں کھلے دل کے ساتھ وہی حیثیت قبول کر لیں جو ایران میں سنیوں کو دی گئی ہے' اس طرح ان شاء اللہ پاکستان میں شیعہ سنی اتحاد کی وہ فضا قائم ہو جائے گی جس سے خیر کے سارے راستے کھلتے جائیں گے۔

❁ ❁

بقیہ: خطاب جمعہ

کون ہے جو ہمارا مددگار ہو؟ جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی بھی غالب نہیں آ سکتا۔ لیکن اگر اللہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے اس کے بعد؟'' لہٰذا اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی مدد کو پکارنے کے لئے کمر کس لیں۔ یہ کام حکومت اور عوام دونوں کی سطح پر ہونا چاہئے۔

بارک اللّٰہ لی ولکم فی القرآن العظیم۔۔۔۔

(مرتب: محمد خلیق)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

ہمارے بچوں کی اردو

رعنا ہاشم خان
ranna.khan@tanzeem.us

دو پڑوسی تھے دونوں اونچا سنتے تھے۔ اور دونوں بے چارے زبانِ اردو پر ظلم ڈھاتے تھے۔ گھر سے باہر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ایک بولے ''آپ نے بازار جانا ہے؟'' جواب ملا ''جی نہیں میں نے بازار جانا ہے۔'' پہلے بولے ''اچھا میں نے سمجھا کہ آپ نے بازار جانا ہے۔'' اس کے علاوہ اور بھی کئی ظلم ہیں جو بے چاری اردو زبان پر ٹوٹتے رہتے ہیں۔ ''ش۔ ق'' کی غلطیاں بعض اوقات بڑی دلچسپ ہوتی ہیں۔ چند برس پیشتر ایک فلمی گانا بڑا مقبول ہوا کرتا تھا ''شمع کا شعلہ بھڑک رہا ہے''۔ ایک بچی لہک لہک کر یہ گانا گا رہی تھی۔ لڑکی کی اماں غصے سے بولیں ''ادھر آ تیرا سماں کا سولہ بھڑ کاؤں!'' والد محترم کا نام رشید فرزند کا نام سعید ایسے ایسے صاحبِ دل موجود ہیں جو ''س کوش'' اور ''ش کوس'' پڑھ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں ''رسید صاحب کا بیٹا شعید''۔ اردو زبان صدیوں سے غلط استعمال کا شکار چلی آ رہی ہے۔ شکاگو کی اردو اسپیکنگ کمیونٹی کی اکثریت کا تعلق بھارت کے صوبۂ گجرات سے ہے اسی مناسبت سے یہاں مقامی طور پر ایک لطیفہ بہت مشہور ہے کہ دو خواتین شکاگو کے ایک بازار میں زیورات کی دکان میں بیٹھی انگوٹھیوں کا چناؤ کر رہی تھیں۔ ایک بولی ''تیرے کو نہیں تو میرے کو بھی نہیں'' یعنی تجھے نہیں چاہئے تو مجھے بھی نہیں چاہئے۔ ہم جب سے لاہور سے ہو کر آئے ہیں ہمارے تینوں صاحبزادے مسلسل زبانِ اردو پر بڑھ چڑھ کر ظلم توڑ رہے ہیں۔ لاہور میں ہمیں کئی جگہ یہ کہہ کر شرمندہ کیا گیا کہ جن بچوں کی ماں اردو میں لکھتی ہے حیرت ہے وہ بچے اردو نہیں بول سکتے اور ہم شرمندہ ہوئے بغیر خود سے یہ وعدہ کرتے رہے کہ اب ضرور بچوں کے ساتھ صرف اور صرف اردو میں بات کیا کریں گے اور انشاء اللہ پوری کوشش کریں گے کہ ندائے خلافت میں ایک کے بجائے چار مکتوبِ شکاگو شائع ہو سکیں ایک ہمارا اور تین ہمارے بچوں کے۔ لیکن وہ جو مرزا غالب نے کہا تھا کہ ہزاروں خواہشیں ایسی اب نجانے ان کی وہ کونسی ہزاروں خواہشیں تھیں لیکن ہماری بچوں کو اردو سکھانے کی یہ معصوم سی خواہش کن کن مرحلوں سے گزر رہی ہے اور ہمارے بچے فیروز اللغات میں کیسے کیسے نئے الفاظ کا اضافہ کر رہے ہیں چند مثالیں آپ بھی ملاحظہ کیجئے: ☆ مام' ڈیڈی کب گھر آئے گا۔ ☆ دیکھ چی (دیگچی) میں کیا کک ہو رہا ہے۔ ☆ ہم ٹوکری گیند (باسکٹ بال) کھیلنے جا سکتے ہیں۔ ☆ مجھے لہسن روٹی (garlic bread) کھانا ہے۔ ☆ دودھ ہاٹ گرم ہے۔ ☆ میں کورا پھینکنے گیا تھا (چونکہ ہمارے بچے ''ڑ'' نہیں بول سکتے لہٰذا ہمارے گھر میں کوڑے کو کورا' گھوڑے کو گھورا اور کیڑے کو احتراماً کیرا کہا جاتا ہے)۔ اب ظاہراً ان حالات میں دور دور تک بچوں کے ندائے خلافت تک پہنچنے کے امکانات نظر نہیں آتے لیکن ہم چونکہ امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا ہمارا مطلب ہے چھوڑنا نہیں چاہتے لہٰذا اردو کی بقاء کے لئے یہ ٹھوس کام ضرور کرنا چاہتے ہیں کہ کم از کم اپنے گھر میں اردو کو پروان چڑھائیں اور پھلتا پھولتا دیکھیں۔ اس مضمون کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام قارئین مل کر شکاگو میں اور خصوصاً ہمارے گھرانے میں اردو کے فروغ کی تدابیر سوچیں۔ یہ بہت مناسب موقع ہے کہ اہلِ فکر و نظر اس بات پر توجہ فرمائیں کہ ان کے رہنما اصولوں کی روشنی میں ہم اپنے بچوں کو ایک اضافی زبان سکھا سکتے ہیں اور دنیا کے ہر ترقی یافتہ ملک میں اضافی زبان آنا ایک قابلِ تعریف بات سمجھی جاتی ہے۔ پاکستان چونکہ ترقی پذیر ملک ہے غالباً اسی لئے وہاں اب ایسے لوگ بڑھتے جا رہے ہیں جنہیں اردو بولتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جس طرح مضمون کی تقدیر پروف ریڈر کے ہاتھوں میں ہوا کرتی ہے اور لکھنے والے کی تحریر کے مقدر کا ستارہ قارئین ہوا کرتے ہیں بالکل اسی طرح دنیا میں وہی زبان پھلتی پھولتی اور پروان چڑھتی ہے جس کے پیچھے ایک زندہ قوم اور طاقتور تہذیب موجود ہو۔ ہمیں یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ ہماری قومی زبان بھی ہماری قومی ہاکی اور کرکٹ ٹیموں کی مانند زوال پذیر ہو رہی ہے۔ ایک سانحہ یہ بھی ہوا ہے کہ بہت سے خواتین و حضرات بالکل پی۔ آئی۔ اے کی ایئر ہوسٹس کی طرح انگریزی لہجے میں اردو بولنے لگے ہیں۔ اور یوں دوسری قوموں کی بہ نسبت اہلِ اردو جلد اپنی زبان سے بے گانہ ہو رہے ہیں۔ ہونا یہ چاہئے کہ والدین آپس میں بھی اردو میں گفتگو کریں اور بچوں کو بھی تلقین کرتے رہیں اور اپنی اس نصیحت پر سب سے پہلے رعنا ہاشم خان خود عمل پیرا ہوں۔ آیئے پیشِ نظر مضمون کو ان تمام افراد سے منسوب کریں جو اردو زبان کے احیاء اور مشرقی اقدار کی پاسبانی کے علمبردار ہیں۔

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیرِ نگرانی ادارہ ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج

خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

النصر لیب: 950۔بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

کاروان خلافت منزل بہ منزل

حلقہ سرحد شمالی کی ماہانہ شب بسری

مورخہ 7 فروری کو حلقہ سرحد شمالی نے شب بسری کا انعقاد کیا۔ دور دراز کے علاقوں سے رفقاء نے اس پرگرام میں شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز اسرہ بٹ خیلہ کے نقیب شوکت اللہ صاحب کے خطاب سے ہوا۔ آپ نے نہایت خوبصورت علمی انداز میں ''تواصی بالصبر'' پر لب کشائی کی۔ آپ نے فرمایا: تواصی تواصو کا مصدر ہے یہ وصیت سے بنا ہے اور وصیت میں تاکید ہوتی ہے۔ تواصی باب تفاعل ہے۔ باب تفاعل میں باہمی اشتراک اور مبالغہ کا خاصہ پایا جاتا ہے۔ گویا مختصر الفاظ میں نہایت شد و مد کے ساتھ ایک جماعت کی صورت میں حق کی تاکید کرنا تواصی کہلاتا ہے اور سب سے بڑا حق یعنی اللہ کے احکام تشریعی کے بالفعل قیام کے لئے کوشش کرنا ہے۔ تو یہ ممکن نہیں کہ حق کے حصول میں تکالیف نہ ہو لہٰذا پھر ان تکلیفوں پر صبر کرنا پڑتا ہے۔

نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر فیض الرحمٰن نے ''نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا ہماری کامیابی محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان' آپ کی عزت و توقیر' آپؐ کے مقصد بعثت میں آپؐ کے ساتھ نصرت اور وہ کتاب جو آپؐ پر نازل ہوئی' ہے کی تابعداری میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا مقصد بعثت غلبہ دین تھا۔ آپؐ نے اپنے وقت میں جزیرہ نما عرب میں یہی دین قائم کر کے دکھایا۔ لیکن یہی دین آج سکڑ کر مذہب بن گیا اور مذہب کے طور پر لوگ اس کو قبول کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی نصرت اس دین حق کو دوبارہ ایک نظام کی شکل میں قائم کرنا ہے۔

نماز عشاء کے بعد گل رحمٰن صاحب نے درس حدیث دیا۔ ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان امن میں ہو۔'' آپ کا انداز بیان نہایت سادہ مگر بہت علمی تھا۔ واضح رہے کہ یہ پروگرام حلقہ کے سطح پر کیا جاتا ہے۔ رفقاء سفر کی صعوبتوں سے بھی گزرتے ہیں' اس لئے آخر میں ''اقبالیات'' کے لئے وقت دیا جاتا ہے۔ اس دفعہ شیریں گفتار مولانا غلام اللہ خان حقانی نے نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور عید وغیرہ کا تصور قرآن اور آج کل لوگوں نے اس کی اصل روح کو ختم کر کے ایک رسم بنایا۔ اور پھر اس پر مبشر پاکستان نے جو چوٹیں لگانے پر لب کشائی کی

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مسلک مرداں خود آگاہ خدا مست
یہ مسلک ملا و نباتات و جمادات

آخر میں دو گھنٹے تک افہام و تفہیم کی نشست ہوئی۔ ٹھیک بارہ بجے رفقاء سو گئے۔ اکثر رفقاء نماز تہجد کے لئے بھی اٹھے' نماز فجر کے بعد حبیب علی صاحب نے سورۃ المنافقون پر ایمان افروز درس قرآن دیا۔ آپ نے کہا کہ منافق دو رخا ہوتا ہے۔ وہ اس آسرے میں ہوتا ہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھ جاتا ہے۔ مزید آپ نے مرض نفاق کے تین سٹیج' منافق کی ہلاکت خیزی' اگر مرض نفاق لگ جائے تو انفاق فی سبیل اللہ سے اس کا علاج پر مفصل گفتگو کی۔ آخر میں اجتماعی دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ (ابوکلیم محسن باجوڑ)

تنظیم اسلامی باجوڑ کے رفقاء نبی محسن' شیر بہادر اور اسرہ گنوڑی کے نقیب لائق سید کے تفریغ اوقات کا استعمال

انہوں نے چار روزہ دعوتی پرگرام اسرہ گنوڑی میں منعقد کیا۔ جس کے لئے باجوڑ تنظیم کے دو رفقاء حضرت نبی محسن اور شیر بہادر نے تقریباً 130 کلومیٹر کا فاصلہ باجوڑ سے طے کر کے مورخہ 12 فروری اسرہ گنوڑی ضلع دیر بالا آئے تھے۔ طویل مسافت کی وجہ سے ان کے دو دنوں کا زیادہ تر حصہ ان کی آمد و رفت کی نظر ہوا لیکن پھر بھی باقی اوقات میں انہوں نے انتہائی محنت اور سخت سرد موسم کے باوجود اسرہ گنوڑی کے نقیب کے ساتھ مل کر مذکورہ اسرے کی قریبی علاقوں کی مختلف مساجد میں لوگوں کو تنظیمی فکر' تنظیم اسلامی کا طریقہ کار اور مسلمان امت کی ذمہ داریاں وغیرہ' بہتر انداز میں لوگوں تک پہنچایا۔ ان میں ایک دعوتی نشست ایسی ہوئی جو ریڈیو کے F.M کے چینل پر قریبی علاقوں میں نشر ہوئی۔ جس کا سارا پروگرام مدرسے میں تھا۔ فقیر آباد مدرسے کے مہتمم جناب ظہیر الحسن صاحب نے F.M پر ہفتہ وار نشر کرنے کے لئے ہم سے ڈاکٹر صاحب کا قرآن مجید کے فکری' رہنمائی تربیتی کورس کے کیسٹوں کا مطالبہ بھی کیا۔ نقیب اسرہ نے اس کی جلد فراہمی کا وعدہ کیا۔ مزید پروگراموں کی تفصیل ذیل میں ہدیہ قارئین ہیں۔

تاریخ	موضوع	مقرر	بعد نماز	مسجد اور جگہ کا نام	سامعین
12 فروری	قرآن مجید کے حقوق	نبی محسن	مغرب	مسجد رحیم سورباٹ	15
13 فروری	درس قرآن	"	فجر	"	12
"	بندگی رب اور جماعت سازی	"	ظہر	سوباٹ پائین جامع مسجد	130
"	فرائض دینی کا جامع تصور	"	عصر	گنوڑی مسجد	20
"	معرفت رب	"	مغرب	درنگ مسجد	10
"	درس حدیث	لائق سید	عشاء	رحیم مسجد	11
14 فروری	درس قرآن' راہ نجات	نبی محسن	فجر	"	15
"	عبادت رب	"	ظہر	چکیاتن مسجد	96
"	عظمت قرآن	"	عصر	مدرسہ فقیر آباد	130
"	فرائض دینی کا جامع تصور	"	مغرب	اباکنڈ مسجد	25
"	درس حدیث	لائق سید	عشاء	رحیم مسجد سورباٹ	13
15 فروری	درس قرآن	نبی محسن	فجر	"	12

دعائے صحت کی اپیل

شیخوپورہ سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم اسلامی جناب سراج الحق سید گردوں کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ان کی بحالیٔ صحت کے لئے خصوصی دعا فرمائیں۔

دعائے مغفرت

قرآن اکیڈمی لاہور کے مدیر شعبہ مطبوعات حافظ خالد محمود خضر کے بہنوئی متین الحق صاحب گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حساباً یسیرا

انتقال پر ملال

مدیر انتظامی سید قاسم محمود کے جواں سال بھانجے جو اپنی بیوہ ماں کے اکلوتے بیٹے تھے' چرنوبل وائرس کے حملے کا شکار ہوئے اور چند روز موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد گزشتہ روز انتقال فرما گئے۔

رفقاء و احباب اور قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی مغفرت اور لواحقین کے لئے صبر جمیل کی دعا کریں۔

refuge status in Canada each year has forced Steve Gallagher, Professor at Concordia University, to conclude in a message to this scribe: "If these people are in reality refugees then the world is absolutely full of persecution. Logically this would grant western countries the right to take over such countries to deal with the persecution."

Interestingly Steve Gallagher is not alone in holding such views, nor is such feeling limited towards people seeking refugee status in Western countries. People from outside world do not wear distinctive marks to differentiate refugees from legal immigrants. To most Westerners, holding such views, everyone with a different skin tone and features is an unwelcome visitor. Being Muslim is a bonus to gathering extra hate.

Muslims are on the chopping block. The time is not far away when they get a treatment worse than the Jews met in the last century. Muslims have become Jews of 21st century. A look at Musharraf and Mubarak at the top, Manji and other *kufr*-justifying moderates in the middle and the money-maniacs lying and swearing on the Holy Qur'an at the bottom is enough to conclude that Muslims are not victims. They are responsible for turning themselves into Jews of the 21st century.

Jews were lucky for having problems only in Germany. Imagine Muslims for whom the whole West turn into a Nazi bloc. There are complaints that Muslim immigrants are more inclined to hold on to the culture they left behind than to adopt and adapt to the one they find in the West.

Anti-Semitic propaganda redolent of the Nazi era has taken a nasty anti-Muslim turn and become ubiquitous in the Western world. David Pryce-Jones concludes that Muslims bring a culture and identity with them. However, instead of assimilation, their "self-proclaimed local leaders ...proclaim that assimilation is a threat to Islam...If allowed to pass unchallenged, these rival extremisms have the capacity to undermine democracy in host countries."[1] Expressing concern about the failure of Muslims to integrate, Suzanne Fields, writes in *Washington Times* (January 29, 2003) that Muslim "assimilation may be the longer running dilemma" in the US.

Comparing it with Europe, she writes: "Muslim minorities similarly threaten swift assimilation in Europe. 'While the French government is publicly supportive of Arab causes, it and other European governments are privately worried about future trends,' writes Francis Fukuyama in the Wall Street Journal. 'September 11 revealed that assimilation is working very poorly in much of Europe: terrorist ringleaders like Mohamed Atta were radicalized not in Saudi Arabia or Afghanistan, but in Western Europe.'"

Suzanne Fields further shows how Europeans are concerned with the 15 million strong population of Muslims with a birthrate three times that of Christians, Jews and others. The solution and certificate for Muslims to live in the West is get secularized.

Muslim problem in Europe has led Europeans to "heavy-handed attempts to secularize immigrants who often don't want to be secularized, such as Jacques Chirac's decree to ban the traditional head scarves for Muslim schoolgirls and skullcaps for orthodox Jewish schoolboys while allowing crosses of reasonable size, 'reasonable' left undefined."[2]

What if the Muslim resistance watering down their identity continues? What if Chirac-like resolve for assimilation strengthened among other secular Allies? The situation will get worse for there is no dearth of Manjis and Rushdies among Muslims. These are not exceptions. Suzanne fields, like others, quote persons such as founding members of the American Islamic Congress to support her argument. But this is no different than what some leading rabbis were doing in Germany.

Six months after Hitler seized power in 1933, several leading Berlin rabbis wrote to him pledging loyalty to Germany. The rabbis argued that they, the orthodox, shared the Nazis' moral values, as opposed to decadent Bolshevism and libertinism, as opposed to the left-wing Jews who made up much of the avant garde. The rabbis promised Hitler that they would do their best to persuade Jews around the world to end a boycott on German products. In retrospect that seems like a terrible mistake.[3] When the going gets tough, the tide does not differentiate between the pro-tyrant moderates and the resisters.

Majority of the so-called scholars of Islam in the West have adopted the same kind of attitude which was typical of *Yekkim* [folkloristic nickname for Jews originating in Germany] who excessively denied the reality with slogans like "*Yihye Tov*" (all will be well), are made unbased assertions that things will "work out".

To deal with this a situation Muslims need to:

a) gather the left-over self-respect and avoid dying for living in the West just for material gains, unless it is unavoidable;

b) launch campaigns for true self-rule — and

c) officially launch claims for reparations and damages for their suffering under colonial occupation.

These three factors are interlinked. Most of the people are leaving there homes to live simply to avoid economic hardships. The ever worsening situation in the former colonies is the direct result of colonial rule and the never ending interference in internal affair since then.

Out of the top 20 refugee producing countries for canada in 2001, almost half are Muslim, which have suffered colonial occupation in the past.[4] Furthermore, with the exception of Iran, the West recognizes and fully sponsors the sitting regimes in all these countries.

Reparation as an answer can be understood in the light of Iraq's never ending payment to Kuwait, Libya's payment to the West, and French refusal to pay Haiti.

Here, suffice it to say that Muslims who are left with a little sense of self-respect and foresight would never prefer to sacrifice everything for living in the West. They would rather attempt to place their own house in order rather than living in another's backyard.

End Notes:

[1] David Pryce-Jones, "The Strategic Threat of Islam," chapter "Muslim Immigration and the West," Ariel Center for Policy Research – ACPR, 2002.

[2] Suzanne Fields, "Multicultural fear and loathing," Washington Times, January 29, 2003

[3] SPENGLER, "When rabbis liked Hitler: A tale for the Mideast," Asia Times, December 09, 2003.

[4] Canadian Council for Refugees, Country Report, Calendar Year 2001. http://www.web.net/~ccr/crdd01.html and Calendar year 2002 : http://www.web.net/~ccr/crdd02.html

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No.10

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

21st Century Jews

There was a time, when Pakistanis used to introduce themselves as Afghan in United States simply to be adored with comments like, "Oh, you are a *mujahid*? Wow! Strong people!!"

Today, most Americans and other Westerners avoid to have a second look at faces with traditional Muslim beard or heads with a headscarf.

Keeping the role of mainstream media in this transition in mind, one can assess that it would not take long to turn these small gesture of avoiding glances at Muslim faces to the decision by many shops and restaurants not to serve the Muslim population.

Placards saying "Jews not admitted" and "Jews enter this place at their own risk" began to appear all over Germany in less than five years time. In some parts of the country Jews were banned from public parks, swimming-pools and public transport. History is on the way to repeating itself — this time for Muslims.

On the other extreme, there are Muslims swearing on the Holy Qur'an to support their lies about problems in their respective for securing a stay in the West. Fifty per cent of the top twenty refugee producing countries for Canada are Muslim or Muslim majority. These are but just some signs of the deep malady forcing Muslims to sacrifice almost anything for living in the West.

Unfortunately, many Muslims still do not realise that time has considerably changed for those who dream to live as equal citizens in the West. It matters little for those, who choose to bear all insult and care the least for everything that happens around them. They would definitely earn a few more dollars but not the respect they deserve as human beings.

Non-Muslim immigrants may still have opportunity to get equal treatment. For Muslims, however, the time is up. Even citizenship cannot guarantee safety and security any more, let alone human rights.

The recent case of US authorities' detaining and deporting a Syrian born Canadian, Mahr Arar, to Syria should be an eye opener.

Canadian officials were fully aware of his illegal arrest and deportation. When he returned after spending 10 months in some penurious prison in Syria, the Canadian government denied its involvement in the crime.

When Juliet O'Neill, a Canadian journalist, exposed the reality, Canadian police raided her house and offices to find out any clue about the source that leaked information about collusion between Canadian and US authorities.

There are numerous cases of the US authorities' detaining and returning well-respected Canadian citizens back to Canada. Their crime is their religion and their religious get up. Muslims, who keep beard in traditional Islamic way, are fundamentalists, unfit for integration in Western society. The young, clean shaved Muslims, on the other hand, could be potential terrorists, trying to deceive the authorities.

Muslim organisations are advising Muslims to avoid travelling to US. They are advised not even to take Hajj flights via USA. There are cases of taking Muslim off the planes for interrogation in New York even if they were only on the way to Canada. The precautionary calls are understandable, but for how long? The conditions are changing for the worse on both sides of the border in North America and throughout Europe.

Canada is issuing Permanent Resident Cards to immigrants. They would not be able to travel without these cards. Poor immigrants came to know recently that the optical strips in resident cards would be holding some 1,500 pages of information on the card holder.

A resident card could itself become a one way ticket to Guantanamo bay if anything is slightly mistaken in case of a Muslim card holder. Moreover, the card holder would never know what information he is carrying with him on his card.

In the near future the racial profiling, the US Supreme Courts approval for detention on mere suspicion and new ID Cards would become tools for materialising "the final solution" like the Nuremberg Laws of 1935, which identified Jews according to the religion practiced by an individual's grandparents. Consequently, the Nazis classified as Jews thousands of people who had converted from Judaism to another religion, among them even Roman Catholic priests and nuns and Protestant ministers whose grandparents were Jewish.

In another development, Canada customs officers have joined their U.S. counterparts in the coding of international passengers arriving at airports for security checks. Customs agents will soon be assigning passengers numbers from one to 10 based on the security threat they pose. There is no doubt as to who will end up at number 10.

Even in the absence of passengers' coding, a lady, who is Canadian citizen for close to 20 years, after her visit to Pakistan asked the author not to e-mail her Islam-related articles anymore. The reason of her fear is the way she was treated by security officials at Frankfurt Airport while travelling back to Canada. Imagine Muslims' travelling around the world after a few years from now, when avoiding Islam-related articles would not be able to save their skin

From now on, Islam is both an identity and a crime. It makes a person's citizenship and his rights totally irrelevant. Eighty percent of the Jews in Germany held German citizenship. The so-called racial profiling in the US is nothing but a refined term for pure racism. The US Supreme Court has legalised detention of thousands of Muslims on mere suspicion.

Similarly, in Canada the draconian Security Certificate would now take just one minister to sign for locking up someone indefinitely without any evidence. So far, Muslims are the main victims of this certificate.

The more than 3000 Pakistanis' seeking